يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

خطبات محمود

جلد: ۳

افادات

حضرت مولانا مفتی محمود حافظ جی ابن مولانا سلیمان صاحب بارڈولی دامت برکاتہم

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات، ہند

ناشر

جامعہ دار الاحسان

بارڈولی، سونگڈھ، ویارا، نواپور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب	خطبات محمود
جلد	سوم
ازافادات	حضرت مولانا مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم
ضبط وترتیب وکمپوزنگ	قاری عرفان صاحب گودھروی ، مدرس جامعہ دارالاحسان بارڈولی مولوی محمد اویس کنجری، متعلم دارالافتاء جامعہ ڈابھیل مفتی عمران صاحب مولدھرا، مفتی ومدرس جامعہ دارالاحسان، نواپور مفتی محمد امین صاحب، ادھنا
اشاعت اول	۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

ملنے کے پتے

Molana Ubaidullah Hafezi Nazim Jamea-Darul-Ehsan, Navapur. Didt: Nandurbar, Maharastra Mo. 09377013828	Idara-e-Siddiq Dabhel, 396415 Navsari, gujarat Mo. 9913319190
Qari Irfan Godhravi Jamea-Darul-Ehsan, Makki Masjid Bardoli, Dist: Surat Mo. 9904074468	Majlise Mahmud Badi Masjid, Momnavad, Salabatpura, Surat Mo. 9979562212

ہول سیل کے لئے تجار حضرات ان سے رابطہ کریں

Molana Yusuf Bhana Aasnavi
Simlak, Aasna
Mo. 09824096267
Email Id: yusuf_bhana@hotmail.com

اجمالی فہرست

فہرست

	واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین	

پیش خدمت

خطبات کی یہ تیسری جلد پیش خدمت ہے، بندہ کے استاذ مرحوم حضرت مولانا حافظ مفتی موسیٰ احمد حاجی صاحب پھولویؒ کی روح کو اے اللہ اس جلد کا ثواب آں مرحوم کو پہنچادے۔

مرحوم نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے تکمیل کی، محدث عصر شیخ یونس صاحب جونپوری مدظلہ العالی کے خادم خاص رہے،

موصوف مرحوم جس سال جامعہ ڈابھیل میں مدرس بنے، اسی سال بندہ کا جامعہ ڈابھیل میں درجۂ فارسی اول میں داخلہ ہوا، درجۂ فارسی اول مرحوم سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ابتدائی درجات میں نئے طالب علم کی دل جوئی، حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے، موصوف مرحوم اکابر کے واقعات اور علم کے فضائل سنا کر طلباء کو بڑی ہمت دلاتے اور دلجوئی کرتے، بعد میں جامعہ کے درجات علیاء کے مدرس بنے، کچھ اساتذہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی شفقت کی وجہ سے طلباء ان کے گرویدہ و دل دادہ ہو جاتے ہیں، موصوف مرحوم ایسے ہی مقبول مدرسین میں سے تھے۔

جامعہ ڈابھیل کے بعد جامعہ نور الاسلام موٹی دمن کے مہتمم بنے، آپ کے دور میں جامعہ نور الاسلام درجۂ مشکوۃ شریف تک پہنچا، متعدد امراض کی وجہ سے زندگی کے آخری ایام میں اپنے وطن پھولی منتقل ہوئے، وہاں آبائی وطن میں ۲۴ رشوال ۱۴۱۶ھ بروز جمعہ کو جامعہ مدنیہ کی شروعات کی، اسی چھوٹے سے ادارہ میں اکابرین گجرات کی موجودگی میں دورۂ حدیث شریف کی کتابیں بھی خود پڑھانا شروع کی، سفر حج میں تشریف لے گئے ۲۴ رفروری ۲۰۰۲ء کو مکہ مکرمہ میں ہی انتقال ہوا اور وہی مدفون ہوئے۔ اللھم اغفرہ وارحمہ

موصوف کا انداز درس بہت ہی نرالا تھا، جو کتابیں پڑھاتے اس کی کاپی شرح کے انداز سے لکھتے، اس طرح کی کئی کتابوں کی مرحوم نے کاپیاں مرتب کی ہیں، اگر اس کو کچھ تیار کر دیا جاوے تو کئی کتابوں کی عمدہ اور محقق شروحات تیار ہو جاوے گی، ان تمام کاپیوں کا ایک سیٹ مرحوم نے جامعہ ڈابھیل کے شعبہ تقریر و تحریر میں وقف کیا ہے۔

مرحوم میرے مرشد اول فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے مجاز بیعت تھے اور رمضان میں حضرتؒ کی خدمت میں پابندی سے حاضری دیتے، رمضان میں روزانہ ایک قرآن مجید مکمل، کبھی دو تین پارے زائد تلاوت کا مستقل معمول تھا، موصوف کی حوصلہ افزائی کی برکت سے یہ سعادت بندہ کو بھی حاصل ہوئی، ذکر بالجہر ایک خاص انداز سے کرتے بعض مرتبہ دوران ذکر وجد میں آکر اس قدر زور سے الا اللہ کی ضربیں لگاتے کہ خانقاہ محمودیہ پوری گونج اٹھتی، ایک مرتبہ موصوف ایسی ہی کیفیت سے ضربیں لگا رہے تھے، بندہ حضرت فقیہ الامتؒ کی خلوت گاہ میں حضرت سے طریقہ ذکر سیکھ رہا تھا، حضرتؒ نے ایک خاص انداز میں فرمایا: ایسا ذکر (یعنی مفتی موسیٰ جیسا) سکھادوں۔

جامعہ نور الاسلام موٹی دمن کا دستور جب تیار ہوا تو آپ نے خاص طور پر بندہ کو ساتھ رکھ کر مدارس کا دستور کیسے مرتب کیا جائے، اس کا طریقہ سکھایا، جس کی برکت سے بعد میں بہت سے دستور بنانے کی اور اس سلسلہ کی رہبری کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

امت کے حالات کے پیش نظر امت مسلمہ کی حفاظت اور ترقی کا بہت فکر تھا، مسلمانوں کے حالات سن کر بے چین ہو جاتے اور مختلف کوششوں میں لگ جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ موصوف مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ موصوف لا اولاد تھے۔

حقیقت احوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعریف اور حمد تو صرف اور صرف میرے رب کریم رحیم رحمٰن ہی کے لئے ،جس نے اس کمزور بندہ کو اپنی عنایات سے نوازا ،ہماری سوچ اور خیال سے بہت آگے اللہ تعالی نے ہمارے ساتھ نوازش کا معاملہ فرمایا ہے۔

یہ اسی مالک کا فضل ہے کہ ''خطبات محمود'' کی تیسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اللھم لک الحمد کما انت اھلہ.

اللہ تعالی سے درخواست ہے کہ ہمارے آقا و مولی حضرت نبی کریم ﷺ پر درود و سلام دائماً ابداً اترتے رہے، آج تک جس قدر درود و سلام پڑھا گیا، اس سے بھی زیادہ درود و سلام نازل ہوتے رہیں، آپ ﷺ نے اپنے مواعظ حسنہ کے ذریعہ امت کی بہترین رہنمائی فرمائی۔ **جزی اللہ عنا سیدنا محمد ﷺ بما ھو اھلہ.**

آپ ﷺ کے ساتھ حضرات صحابہ، تابعین اور پوری امت مسلمہ کو اللہ تعالی رحمت وسلامتی سے نوازے۔ آمین

اللہ تعالی نے اپنے فضل سے ،پہلی دو جلدوں کو مقبولیت سے نوازا ،اردو گجراتی دونوں زبان میں برابر مقبولیت حاصل ہو رہی ہے ،اللہ تعالی میرے لئے اپنے بندے اور بندیوں کے لئے اس کو دنیا و آخرت میں اپنی رضاء کا ذریعہ بنائے۔

چوتھی اور پانچوں جلد کا مسودہ بھی تیار ہے، انشاء اللہ تعالی اس سے آگے کی جلدیں بھی آئے گی۔ **اللھم الطف بی فی تیسیر کل عسیر فان تیسیر کل عسیر علیک یسیر.**

درسی مشغولیات اور دیگر دینی وملی ذمہ داریوں کے ساتھ مسودہ پر نظر ثانی اور تصحیح کا کام دشوار ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جاری ہے، بعض مخلصین وعظ وتقریر کے سلسلہ میں دریافت کرتے رہتے ہیں کہ کس طرح اس کو سیکھا جائے، چونکہ یہ تیسری جلد جمادی الاخریٰ میں طباعت کے لئے جارہی ہے اور مدرسین کے لئے یہ مہینہ نہایت مشغولی کا ہوتا ہے، اس لئے ارادہ کیا کہ انشاء اللہ آئندہ کسی جلد میں اس کو تفصیل سے لکھا جائے۔

بندۂ ضعیف کا شروع سے ہی یہ ارادہ اور نیت رہی کہ اپنے جن اکابر اور اساتذہ اور مشائخین کرام کی برکات، توجہات اور فیوض سے اللہ تعالیٰ کا فضل متوجہ ہے اور دینی وملی کام ہورہے ہیں، میرے یہ کام ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہے ہی، لیکن مستقلاً ان حضرات کے لئے ایصال ثواب اور صدقۂ جاریہ کا کچھ کام کیا جاوے، جس سے کسی درجہ میں ان کے احسانات کا کچھ حق ادا ہوسکے۔

میرے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے، جن مؤلفین کی کتابیں پڑھنی پڑھانی ہے، روزانہ کچھ نہ کچھ پڑھ کر ان کے لئے ایصال ثواب کیا جائے، اسلئے ہم سب کو اس کا معمول بنالینا چاہیے، اپنے سلسلہ تصوف کے مشائخین، سند حدیث کے تمام محدثین، رواۃ حدیث، ائمۂ حدیث، ائمۂ مجتہدین، اساتذہ، اکابرین، مربّیین، والدین عام طور پر جن کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کا اور استفادہ کا سلسلہ ہے، ان کے لئے ایصال ثواب دعاء مغفرت کا اہتمام کیا جائے، کم از کم درجہ میں یٰس شریف پڑھ کر، سورۂ اخلاص، درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کرلیا جائے تو انشاء اللہ بہت ہی فائدہ ہوگا۔

عید الاضحیٰ کے موقع پر حسب استطاعت ہر سال یا باری باری ان کے لئے قربانی کا اہتمام کرے، حج وعمرہ کی سعادت کے موقع پر ان کے لئے طواف، عمرہ کرے، ممکن ہو تو نفل حج ان کے لئے کریں، ان کے لئے مالی صدقۂ جاریہ کا کام کریں، نفل نماز پڑھ کر ایصال ثواب کریں، جب ان کے نام آوے تو دعائیہ کلمات اس کے ساتھ جوڑ کر ادب سے نام

بولے اور لکھیں۔ مثلاً نبیوں کے نام کے ساتھ علیہ الصلوۃ و السلام، صحابۂ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ بعد کے لوگوں کے لئے رحمۃ اللہ تعالی علیہ، زندوں کے لئے دامت برکاتھم ،مدظلہ ،عافاہ اللہ وغیرہ الفاظ کا اہتمام کیا جائے، انشاءاللہ یہ چیزیں دنیا و آخرت میں ہمارے لئے رضاءِ الٰہی کا ذریعہ بنے گی، اور انشاءاللہ علمی، عملی، روحانی ترقی کا ذریعہ ہوگی۔

ربنا اغفرلنا و لاخو اننا لذین سبقونا بالایمان مع ترجمہ

اس آیت سے بھی اس عمل کی ترغیب کا اشارہ ملتا ہے۔

جب میرے والد اور میرے استاذ حضرت مولانا سلیمان صاحب مرحوم کا وصال ہوا اور حضرت پیر صاحب مولانا محمد طلحہ صاحب ابن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ تشریف لائے، تعزیتی باتیں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنے والد کے ایصالِ ثواب کے لئے مکتب قائم کرو اور اس کا نظم بھی دیکھو، الحمدللہ اس نصیحت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اب تک اپنے کئیں مشائخ، اکابر، اساتذہ کے ایصالِ ثواب اور صدقۂ جاریہ کے لئے مکاتب قائم کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور مزید سلسلہ جاری ہے اور انشاءاللہ رہے گا۔

اللہ تعالی کے فضل سے قلمی کاوشوں کا سلسلہ جاری ہوا تو اپنی ہر کتاب کا ثواب کسی بھی اپنے محسن کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اسی عزم کے مطابق ،اس تیسری جلد کے موقع پر خیال آیا کہ جن حضرات کی محنتوں سے ابتدائی دور میں، تعلیم وتربیت کا فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے، جن کو ہم ہمارے عرف میں ابتدائی درجہ کے یا چھوٹے استاذ سمجھتے ہیں، عام طور پر لوگ ان کو کم ہی یاد کرتے ہیں، حالانکہ ابتدائی درجات کے اساتذہ اور مربی کے احسانات زیادہ ہوتے ہیں، اس لئے ترتیب صعودی کے لحاظ سے

استاذ مرحوم مولانا سمی حافظ الحاج موسیٰ پھولوی صاحب نور اللہ مرقدہ کے ایصال ثواب اور صدقۂ جاریہ کی نیت اس تیسری جلد میں کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مرحوم موصوف کے لئے اس کو صدقۂ جاریہ بناوے۔

اب تک جن اساتذہ واکابر کے لئے مستقلاً یہ کام نہ ہوسکا، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ان کی خدمت میں بھی یہ تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے آسان فرمادے، اپنے فضل سے آسان فرماوے۔

اس تیسری جلد کی طباعت کے موقع پر تمام احباب اور متعلقین کا شکریہ جن کی فکروں سے یہ تیسری جلد شائع ہورہی ہے۔

بالخصوص حضرت مولانا محمد صاحب ابن حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم، موصوف کا مشورہ اور اصرار وکوشش ان خطبات کے منظر عام پر آنے کا ذریعہ بنی ہے، جیسا کہ جلد اول کے مقدمہ میں لکھا جا چکا ہے، موصوف کی بصارت، آنکھوں کی بینائی اس وقت کمزور ہے لیکن پھر بھی بصیرت قلبیہ قوی ہے، آنکھ سے معذور ہونے کے باوجود مختلف دینی وملی، عالمی مسائل کا بڑا فکر رکھتے ہیں، گجرات کے نامور علماء اور مدارس کے لئے موصوف ہی کی تشکیل سے اصلاً مانگرول کے ہمارے دوست جناب آصف بھائی میمن اپنے اہل خاندان کے ایصال ثواب کے لئے خطبات تقسیم کرواتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

اس تیسری جلد کی طباعت کے تمام مصارف محترم الحاج داؤد بھائی توتلا صاحب پوا والے کی طرف سے موصول ہوئے، حق تعالیٰ ان کی اس سخاوت کو قبول فرمائے، ان کے لئے ان کے خاندان کے لئے اس کو صدقۂ جاریہ بنائے۔

حضرت مولانا سلیم صاحب کمکوتری زید مجدھم سے جامعہ ڈابھیل میں رفیق حجرہ

رہنے کی بندہ کو سعادت حاصل رہی۔

جامعہ ڈابھیل میں اس وقت رعایتی قانون اس طرح تھا کہ جو طالب علم فارسی دوم کا درجہ نہ پڑھنا چاہے اور فارسی اول کے بعد سیدھے عربی اول میں داخلہ لینا چاہے تو شوال میں فارسی دوم کی کتابوں کا امتحان لیا جاتا تھا اور درجۂ فارسی اول کے نمبرات دیکھے جاتے تھے، اس لئے درجۂ فارسی اول کے سال ششماہی امتحان کے بعد گلستاں، بوستاں، مالا بدمنہ یہ تینوں کتابیں حضرت مولانا سلیم صاحب مدظلہ العالی سے خارج اوقات میں چند صفحات پڑھ لی تھی، حضرت مولانا اس وقت عربی چہارم کے متعلم تھے، مولانا کی فارسی بہت مضبوط تھی، انجمن میں تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو فارسی اشعار اور گلستاں کی حکایتوں سے سامعین کو مسحور کرتے، اس لحاظ سے وہ میرے استاذ بھی ہے، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

خاص کر ہماری لی لونگوے شہر کی دینی بہنیں جو رمضان المبارک میں اپنے گھریلو کام کاج، آخری عشرہ میں عید کی تیاریاں ان تمام تر چیزوں میں کمی کرکے اور رمضان کے معمولات آگے پیچھے کرکے ان مجالس کی رونق بنتی ہیں، مجلس کے وقت سے پہلے پورے شہر سے بہنوں کی آمد شروع ہوجاتی ہے اور گاڑیوں کی قطار لگ جاتی ہیں، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

درحقیقت یہ سب اللہ تعالی کا فضل وکرم ہے کہ محمود کے خطبات محمود ہورہے ہیں، اللہ تعالی اس کو آخرت میں بھی محمود بنائیں۔ آمین

فقط والسلام

العبد الضعیف محمود بارڈولی

جامعہ ڈابھیل

کلمات بابرکت

حضرت مولانا سلیم احمد صاحب ایسات کمکوتری مدظلہ العالی

خلیفۂ خاص شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حامداً ومصلیاً ومسلماً! سماج کا سدھار پن اور معاشرہ کی اصلاح وہ عظیم فریضہ ہے، جس پر تمام فرائض کی بنیاد رکھی گئی ہے، معاشرہ کی اصلاح کے بغیر دین متین کے تمام شعبے ظاہری طور پر بے اثر اور باطنی طور پر خالی التاثیر نظر آئیں گی، یہی وجہ ہے کہ معاشرہ کی اصلاح اور تزکیۂ نفس کو بعثت نبوی کے اولین مقاصد کا درجہ دیا گیا، اور اس کے لئے دعوت وتبلیغ کی طرح وعظ ونصیحت بھی امت مسلمہ کی فلاح و بہبودی کا نہایت اہم اور موثر ذریعہ قرار پایا، چنانچہ حق تعالی نے وعظ وتذکیر کی اہمیت وافادیت اور اس کی منفعت عامہ کو بیان فرماتے ہوئے اپنے محبوب ﷺ کو اس کا حکم فرمایا، چنانچہ ارشاد باری ہے وذکر فان الذکری تنفع المومنینا ورفذکر انما انت مذکر آپ ﷺ نے امام ترحیوۃ طیبہ میں ان آیات ونصوص کے تقاضوں پر عمل فرماتے ہوئے، امت کو اس کی عملی ترغیب دی، وعظ وتذکیر اور دعوت وتبلیغ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے وہ تابناک پہلو ہیں، جس کے نتیجہ میں دنیا گمراہی وضلالت کے اندھیرے سے نکل کر رشد وہدایت کے نور سے منور ہوگئی اور آپ و کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد وراثت نبوی کے حاملین نے آپ ﷺ کی اتباع و پیروی میں اس فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دیا۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ اپنی کم عملی اور کم علمی کا شدت سے احساس ہونے کے باوجود احقر نے اپنے پیر ومرشد اور مشفق استاذ عارف باللہ حضرت مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ ڈابھیل گجرات) کو یہ تجویز اور درخواست پیش کی کہ بالواسطہ حضرت والا فیض

ملاوی اوراس کے قرب وجوار کے مسلمانوں کو حاصل ہواور رمضان کے مبارک ایام میں اصلاح معاشرہ اور تزکیۂ باطن کے عنوان سے مردوں اور عورتوں میں دینی مجالس قائم ہوتا کہ اس کے ذریعہ ماحول اور فضاء دینی بنے۔ چنانچہ میری اس تجویز کی حضرت والا نے نہ صرف یہ کہ تصویب فرمائی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے خوب دعاؤں سے نوازا، ساتھ ہی اس مبارک کام کی انجام دہی کے لئے عزیز مکرم مفتی محمود بارڈولی سلمہ کو مامور فرمایا، چنانچہ حسب ارشاد مفتی صاحب نے پچھلے پانچ سالوں سے رمضان کے کچھ ایام کو اس ذمہ داری کو بحسن کوبی انجام دینے کے لئے وقف فرمایا۔ رب کریم نے جہاں آپ کو علم وعمل فہم وفراست، متانت ووقار جیسی بے پناہ صلاحیتوں سے مالا مال فرمایا ہے، وہیں خطابت کا ذوق، زبان وبیان کا خاص انداز اور افہام وتفہیم کا امتیازی ملکہ بھی عطا فرمایا ہے، وعظ ونصیحت کی مجالس اس قدر مؤثر ودل پذیر ہوتی ہیں کہ اس سے ہر طبقہ کے لوگ یکساں طور پر محظوظ ومستفید ہوتے ہیں، آپ کے واعظانہ وناصحانہ دل دوز وجگر سوز خطبات سے خصوصاً مسلمانان ملاوی اور عموماً قرب وجوار کے ممالک کے مسلمانوں میں اصلاحی تبلیغی اور تعلیمی انقلاب پیدا ہوا، اصلاح معاشرہ کے میدان میں فرزندان توحید کی زندگیوں میں حسین انقلاب ودینی بیداری آئی۔

حضرت مفتی صاحب کی دینی مجالس کا یہ فیض دنیا کے مختلف ممالک میں جاری وساری ہے لیکن تحدیث نعمت کے طور پر اس اظہار حقیقت پر مجبور ہوں کہ **الحمدللہ ثم الحمد للہ** اب تک صرف ملاوی کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں کی مستورات میں ہونے والے دل سوز بیانات کے مجموعہ کو قلم بند کیا گیا تا کہ پوری امت مسلمہ اس بیش بہا نعمت سے بہرہ ور ہو سکے۔ میں ان تمام معاونین و مخلصین کا تہی دل سے ممنون ہوں، جنہوں نے دامے درمے قدمے سخنے تعاون فرما کر اس خیر کثیر کو امت مسلمہ تک پہنچانے میں مقدور بھر سعی فرمائی، اللہ تعالیٰ اس مبارک سلسلہ کو امت کی اصلاح کا ذریعہ بنا کر ذخیرۂ آخرت بناوے۔ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

(حضرت مولانا) سلیم احمد ایات (صاحب دامت برکاتہم)
خادم مدرسہ اشرفی لی لونگوے، ملاوی، افریقہ

﴿ ۱ ﴾

حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام

(قسط اوّل)

اس بیان کے چنیدہ

جواہر پارے

۱

حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام

(قسط اول)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ......

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ، وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ، اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ، لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ٥ (پارہ۱۸/ع۹/آیت۲۶)

﴿ہر قوم نے اپنے نبی کو ستایا﴾

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دولاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو اپنے دین کی دعوت کے لئے بھیجا، اللہ کی جانب سے جب بھی نبیوں کو ان کی قوم کی طرف

دین کی دعوت لیکر بھیجا گیا، اللہ کا دین سمجھانے کے لیے بھیجا گیا، تو ہر زمانے میں ہر قوم کی طرف سے ہر نبی کو ستایا گیا، اللہ کے نبیوں کو پریشان کیا گیا۔

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بہت ستایا گیا﴾

انبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ بہت اونچا ہے تمام پیغمبروں میں دوسرے نمبر کے نبی ہے، ان پر بھی بہت پریشانیاں آئی، ان کا بھی امتحان لیا گیا۔

﴿آپ ﷺ کا ستایا جانا﴾

اور تمام پیغمبروں کے سردار ہمارے آقا تاجدار مدینہ حضرت نبی کریم ﷺ پر تمام نبیوں سے زیادہ تکلیفیں آئی، لوگوں نے سب سے زیادہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو ستایا، جب تک مکہ میں تھے، وہاں تک مکہ والو نے ستایا آپ ﷺ پیغمبر بنائے جانے کے بعد علی الاعلان، یعنی نبی بنائے جانے کے بعد "۱۳" سال مکہ میں مقیم رہے، اسی دوران طائف تشریف لے گئے، دونوں جگہ یعنی مکہ اور طائف ان ظالموں نے آپ ﷺ کو پریشان کیا، آپ کو پریشان کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

﴿آپ ﷺ کی مدنی زندگی﴾

اسکے عجیب عجیب واقعات ہیں اور جب مکہ چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اس وقت آپ کی عمر مبارک "۵۳" سال کی تھی مدینہ میں آپ کو یہودیوں نے ستایا اور مدینہ میں منافقین کا ایک گرپ Group (جماعت) تھی، وہ منافقین بھی آپ کو ہر وقت پریشان کیا کرتے تھے۔

﴿منافق کا مطلب﴾

منافق کا مطلب یہ ہوتا ہے، کہ جو اوپر اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان بتائے، کہ ہم

مسلمان ہے ایمان والے ہیں، کلمہ پڑھنے والے ہیں اور مسجد میں آکر نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور حضور ﷺ کی مجلس میں آکر دین کی باتیں بھی سن لیا کرتے تھے، لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں تھا، وہ لوگ حقیقت میں کافر اور مشرک اور یہودی تھے، زبان پر ایمان اور دل میں کفر تھا، ایسے لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے اور منافقوں کے بارے میں قرآن میں بڑی سخت سزا آئی ہے، اللہ کا فرمان ہے "اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارْ (پ۵۔ع۱۷) کہ منافق جہنم میں سب سے نیچے ہونگے، ان کو کافروں سے بھی زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نفاق سے اور نفاق کے تمام شعبوں سے ہم تمام کی حفاظت فرمائیں۔

﴿دو قسم کا نفاق﴾

نفاق کی دو صورت ہے، ایک عقیدہ کا نفاق دوسرا عمل کا نفاق، عقیدہ کے اعتبار سے کون منافق ہے، وہ تو اس دور میں پتہ لگانا مشکل ہے، البتہ نفاق کی دوسری صورت عمل کے اعتبار سے منافق ہونا وہ عام ہے یعنی جو آدمی کام منافقوں جیسے کرتا ہے، جیسے وعدہ خلافی کرنا، جب بھی بولے جھوٹ بات بولے، کوئی امانت ہو تو اس میں خیانت کرے وغیرہ، یہ عمل کے اعتبار سے نفاق قیامت تک دنیا میں رہے گا۔

﴿منافقوں کا آپ ﷺ کو ستانا﴾

مدینہ میں ان منافقوں نے آپ ﷺ کو بہت ہی ستایا، ان کی بہت بڑی جماعت تھی اور اس جماعت کا لیڈر عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا، نام تو عبداللہ تھا لیکن بڑا اکثر منافق تھا اور حضور ﷺ کو ستانے میں سب سے آگے آگے تھا، اس کے نام میں ایک بات یہ ہے کہ عربوں کے یہاں جیسا کہ عادت ہے کہ پہلے اپنا نام پھر باپ کا نام پھر دادا کا نام اس طرح بولتے ہیں، ایسا ہمارے یہاں بھی کچھ رواج ہے، لیکن اس کے نام میں، اس کے نام کے بعد

اس کے باپ کا پھر اس کی ماں کا نام ہے، ابی اس کے باپ کا نام ہے اور سلول اس کی ماں کا نام ہے، یہ بھی ایک عجیب نسبت ہے۔ (جلالین شریف مع حاشیہ ۱۶۴/۱ حاشیہ نمبر ۱۶)

﴿اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت﴾

اور اللہ کی شان اور قدرت دیکھو، یہ منافق عبد اللہ ابن ابی اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ تھے، لیکن وہ پکے صحابی اور مخلص آدمی تھے۔

﴿غیر مناسب نام بدل دینا چاہیے﴾

اور اس زمانے میں ایسا ہوتا تھا، کہ جو نام باپ کا ہوتا تھا وہی نام بیٹے کا ہوا کرتا تھا، جیسے کہ امام ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے: کہ اس منافق عبد اللہ کے بیٹے کا نام "حباب" تھا، جب یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ میرا نام حباب ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو شیطان کا نام ہے، اس کو بدل دو، تب ان کا نام عبد اللہ بدل کر رکھا گیا، اس طرح عبد اللہ ابن عبد الل بن گئے، اور یہ نبیؐ کریم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ کسی کا نامناسب نام سنتے تو بدل دیتے تھے، اس لئے اگر کسی کا غیر مناسب نام رکھا ہو تو علمائے کرام سے تحقیق کر کے اس کو بدل دینا چاہیے۔

﴿باپ بیٹے کا ایک ہی نام ہو سکتا ہے﴾

اور آج بھی بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اور یہ کوئی عیب کی چیز نہیں ہے، دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور میرے استاد محترم حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم، ان کے ایک بیٹے کا نام بھی سعید احمد ہے، وہ سورت میں ایک مدرسہ کے مدرس ہے، تو یہ بھی ایک عجیب بات تھی کہ عبد اللہ ابن اُبی کٹر منافق اور اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ پکے صحابی اور حضور ﷺ کے وفادار تھے۔

﴿کوئی صرف نام سے مسلمان نہیں ہوتا﴾

مسلمان جیسے نام ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا، اس بات سے ایک حقیقت یہ بھی سمجھ میں آئی کہ کوئی اپنا نام عبد اللہ، عبد الرحمٰن رکھ لیوے، اس سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتا ، بہت سے لوگ مسلمان جیسے نام رکھتے ہیں،، اس سے مسلمان نہیں ہو جاتے، انتخاب کے لئے رائے دینے والوں کی جو فہرست بنی ہے اسی طرح سرکاری دفاتیر میں کسی کا نام مسلمان جیسا ہو تو اس سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتا، دل میں ایمان ہو اور زندگی اللہ تعالی کی فرمابرداری اور حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو، وہ مسلمان کہلاتا ہے، بہت سے یہود، نصاری، مجوسی ، پارسی لوگوں کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں یا مسلمانوں کے نام ان کے جیسے ہوتے ہیں، تو صرف نام سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا، ہاں! اسلامی نام اسلامی شناخت کا ذریعہ بنتے ہے۔

﴿اس دور میں ایک غلط فہمی﴾

آج کے درو میں لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جو گوشت کھاوے وہ مسلمان ہے، خود مسلمان اپنے اسلام کی علامت صرف گوشت کھانا سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے، ہر گوشت کھانے والا مسلمان نہیں اور ہر مسلمان گوشت کھاتا ہو یہ ضروری نہیں، راستے میں چلتے ہوئے ۵ روپے کی ٹولی خرید لی، سر پر رکھ لی، اس سے کوئی واقعی مسلمان نہیں ہو جاتا ، بعض لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہے، وہ اس طرح ظاہری اسلامی ہیئت اختیار کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں، لوگوں کو پریشان کرتے ہیں اور نام مسلمانوں کا بدنام کرتے ہے، حالانکہ وہ حقیقی مسلمان نہیں۔

﴿منافقوں کی طرف سے تکلیف پہنچانے کی انتہاء﴾

ان منافقوں نے مدینہ میں آپ ﷺ کو اس قدر ستایا کہ پوری امت کی ماں حضرت

عائشہ صدیقہؓ پر ’’نعوذ باللہ‘‘ زنا کی تہمت اور الزام لگایا، یہ بہت بڑی تکلیف ان منافقین اور یہودیوں نے پہنچائی، اس تہمت کی وجہ سے آپ ﷺ تقریباً ایک ماہ تک بہت پریشان رہے اور آپ کو اس کا بہت رنج ہوا اور آپ کی پریشانی کی وجہ سے مدینہ کے تمام کے تمام مسلمان پریشان تھے، مدینہ کے پورے ماحول میں غم چھایا ہوا تھا، تمام حضرات صحابہؓ کا کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا، سب کے سب صحابہؓ پریشان تھے۔

حضور ﷺ کو آخری روحانی تکلیف

خلاصہ یہ ہوا کہ دشمنوں نے نبی کریم ﷺ کو پریشان کرنے کی ساری تدبیریں خرچ کر ڈالی، آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی جو صورت بھی جس کسی کے ذہن میں آئی، وہ سبھی جمع کر کے استعمال کی گئی، دشمنوں نے جو تکلیف آپ ﷺ کو پہنچائی، اس میں آخری یہ سب سے بڑی روحانی تکلیف تھی، ظاہر بات ہے کہ ایک نیک مقدس، عالمہ، فاضلہ عورت حضرت عائشہؓ پر تہمت۔

دوسری طرف، ایک نیک مقدس صحابی حضرت صفوانؓ کی طرف غلط نسبت نہایت خطرناک ایذاء رسانی تھی۔

غلط نسبت

حاصل کلام یہ ہے کہ ایک صحابی ؓ کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا نام غلط طریقہ سے جوڑ دیا، وہ صحابی حضرت صفوان ابن معطل ؓ تھے، جو بڑے نیک اور پرہیزگار تھے، لیکن ان منافقوں نے ان کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا نام جوڑ دیا اور ان پر ’’نعوذ باللہ‘‘ زنا کی تہمت لگائی، آپ ﷺ پریشان، حضرت صفوانؓ بھی پریشان اور سب سے زیادہ حضرت عائشہؓ جیسی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت بھی پریشان، تقریباً پورا ایک مہینہ مدینہ میں ٹینشن کا ماحول رہا، یہ پوری کارستانی اور پلان منافقوں اور یہودیوں کا سردار اور ان کا لیڈر عبداللہ ابن ابی کا تھا۔

﴿حضرت عائشہؓ کی خوبیاں﴾

حضرت عائشہؓ بہت ہی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت تھی ،ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام بہنوں کو حضرت عائشہؓ جیسی پاکیزہ زندگی عطا فرمائے اور آخرت میں جنت میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ داخل ہونا نصیب فرمائے ،ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلتیں عطا فرمائی ہے اور ایسی ایسی خوبیاں دی ہیں کہ دنیا کی تمام عورتوں میں حضرت عائشہؓ ایک خاص امتیازی درجہ رکھتی ہے ان کا ایک خاص مقام ہے ،اللہ نے ان کو بعض وہ خوبیاں عطا فرمائی ہیں ،کہ دنیا کی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر قیامت تک آنے والی پوری دنیا کی تمام عورتوں میں حضرت عائشہؓ کو اللہ کی طرف سے بعض وہ جو خوبیاں دی گئیں کہ ویسی خوبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی ،ان کی بعض خوبیاں میں آپ کو بتا دیتا ہوں ،اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت عائشہؓ کا مقام کتنا اونچا ہے۔

﴿حضرت عائشہؓ کی پہلی خوبی﴾

ان کی خوبیوں میں ایک خوبی اللہ نے یہ دی تھی ،کہ ان کی شادی سے پہلے اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ایک دن ان کی تصویر لے کر ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور ان کو یہ تصویر بتا کر فرمایا: کہ اے اللہ کے نبی! یہ عورت آپ کی بیوی بنے گی آپ کے نکاح میں آئے گی ،بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی ہتھیلی میں ان کی تصویر لے کر آئے تھے اور حضرت نبی ﷺ کو بتا کر کہا ،کہ اے اللہ کے رسول! یہ آپ کی بیوی ہے آپ کا نکاح ان کے ساتھ ہوگا اب ظاہر بات ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو کام کرے وہ اللہ کے حکم کے مطابق کریں گے ،اللہ نے حضور ﷺ کو شادی سے پہلے ہی ان کی تصویر بتا دی تھی۔

﴿شادی سے پہلے شادی کی نیت سے عورت کو ایک مرتبہ دیکھنا جائز ہے﴾

اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ شادی وغیرہ کی نیت سے اگر عورت کو دیکھنا ہو تو دیکھ سکتے ہیں، یعنی دیکھنا جائز ہے یعنی نکاح اور شادی کرنے کی نیت سے عورت کو دیکھ سکتے ہے، لیکن اس میں یہ خیال رہے کہ جو لڑکا ارادہ رکھتا ہے وہ دیکھے، اس کے والد، بھائی، چچا، ماموں، دوست وغیرہ کو دیکھنے کی اجازت نہیں، پھر دیکھنا بھی ایسا ہو کہ اس میں حد سے آگے نہ بڑھے، بعض جگہ لڑکی دیکھنے کے لئے لڑکا اپنے دوست کے ساتھ جاتا ہے، والد اور بھائی کو بھی لیکر جاتا ہے، سب مل کر دیکھتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، اسی طرح بعض جگہ لڑکے لڑکی کو تنہائی میں ملنے بھی دیا جاتا ہے، طویل تفصیلی گفتگو کا خلوت وغیرہ کا موقع دیا جاتا ہے، یہ بھی غلط ہے، بس شادی کرنے والا لڑکا دیکھ لیوے وہ کافی ہے، حدیث شریف میں ہے: کہ جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جب شادی کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اس عورت کو (جس سے نکاح کا ارادہ ہے) دیکھ لو۔ (مسند احمد بحوالۂ بدائع الصنائع)

مظاہر حق میں اسی طرح کی ایک حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اپنی مخطوبہ کو دیکھ لینا ممکن نہ ہو تو پھر یہ مستحب ہے کہ کسی معتمد عورت کو بھیج دیا جائے تا کہ وہ اس مخطوبہ کو دیکھ کر مرد کو اس کے حالات بتاوے۔

﴿دیکھنے میں ایک بے احتیاطی﴾

جب لڑکی کو دیکھنے جاوے تب دونوں ایک دوسرے کے سامنے اپنے گزرے ہوئے دور کی تاریخ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں، اس کے نتیجہ میں دیکھنے ہی کے مرحلہ سے بدگمانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں رشتہ طے بھی نہیں ہو پاتے، ان غلط طریقوں کو بند کرنا چاہیے، آج کے کہے جانے والے ترقی یافتہ دور میں بعض والدین تو اس مرحلہ میں لڑکے لڑکی کو کچھ ایام، کچھ مہینے باقاعدہ ربط میں رہنے کی، ساتھ میں گھومنے پھرنے کی

اجازت دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں، پہلے ایک دوسرے کو سمجھ لو، اچھی طرح جانچ لو کہ نباہ ہوگا کہ نہیں، تاکہ آگے کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہو، یہ سب غلط اور ناجائز کام ہے، اس طرح غیر شرعی، غیر اسلامی طرز سے دیکھنے ملنے سے کبھی کوئی کام بنتا نہیں بلکہ بگڑتا ہے۔

یہ تو حضرت عائشہؓ کی خوبی کی بات ہے، کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی تصویر لے کر آئے اور حضرت نبی ﷺ کو بتائی تھی اور ظاہر بات ہے اس زمانہ میں کوئی کیمرا۔ ویڈیو وغیرہ نہیں تھا، وہ کوئی روحانی، غیبی، مثالی اور قدرتی چیز تھی، کہ جس سے ان کی تصوری حضور ﷺ کو بتائی گئی۔ اس سے کوئی تصویر کے جائز ہونے پر دلیل نہیں بنا سکتا۔

﴿حضرت عائشہؓ کی دوسری خوبی﴾

حضرت عائشہؓ کی دوسری خوبی یہ ہے کہ سوائے حضرت عائشہؓ کے حضرت نبی ﷺ نے جتنے بھی نکاح کیے وہ تمام کے تمام بیوہ اور مطلقہ عورتوں سے کیے، کسی کے شوہر کی وفات ہوگئی تھی یا کسی کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی، ایسی مطلقہ بیوہ عورتوں سے آپ ﷺ نے شادی فرمائی۔ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ سے شادی کرتے وقت کنواری تھی۔

﴿بیوہ اور مطلقہ عورت کو دوسری جگہ شادی کرنی چاہیے﴾

یہاں دوسری بھی ایک بات سمجھ لینی چاہئے، کہ کوئی عورت بیوہ ہو جائے یا جس عورت کو طلاق ہو جائے تو شریعت کی تعلیم ہے کہ ایسی عورت کو کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے شادی کر لینا چاہیئے، اس کو اپنے گھر میں بیٹھے نہ رہنا چاہیئے، خاص طور پر جب کہ وہ جوان اور تندرست ہو، اور ایسی لڑکیوں اور عورتوں کے والیوں کو بھی چاہیے کہ شادی کرانے کا خاص فکر کرے، اسی طرح جس مرد کی بیوی کا انتقال ہو جاوے یا بیوی ایسی بیمار ہو جاوے کہ جسمانی ضرورت کی تکمیل کے قابل نہ رہی یا بیوی سے طلاق ہوگئی تو مرد کو بھی شادی کر لینی چاہیے۔

﴿بیوہ کا نکاح کرانا کوئی عیب نہیں بلکہ اچھی بات ہے﴾

اس طرح کی شادی کو معیوب نہ سمجھے، بعض جگہ نہایت خطرناک حال ہے، بیوی بیمار ہے، شوہر تندرست ہے، شوہر زنا میں مبتلا ہے پھر بھی دوسرا نکاح کرتا نہیں ہے یا اس کو کرنے نہیں دیا جاتا، روکا جاتا ہے، بیوی خود، شوہر زنا کرے اس کے اسباب مہیا کرتی ہے لیکن نکاح نہیں کرنے دیتی، اسی طرح بیوی کی وفات کے بعد شوہر کو ضرورت ہے پھر بھی دوسرا نکاح نہیں کرتا یا بچے اس کو دوسرا نکاح نہیں کرنے دیتے، ڈر یہ ہے کہ دوسری آنے والی عورت میراث میں شریک ہوگی اور ہمارا حق کم کروادے گی، خوب سمجھ لو جو رشتہ دار رکاوٹ بنے تگے اور گناہ کا ذریعہ بنے تگے وہ بھی گنہ گار ہونگے، اور اس طرح کرنے والا بھی گنہگار ہوگا، اولاد کو یہ سوچنا چاہیے کہ (خدا حفاظت میں رکھے) والد صاحب بڑے ضعیف، صاحب فراش ہوگئے، قضاء حاجت، استنجاء، غسل سے بھی معذور ہوگئے، کسی کی مدد کی ضرورت ہے تو کیا اولاد، بیٹی، بہو اسطرح کی جسمانی خدمت جن میں ستر دیکھنا ہو کرسکے گی؟ پھر کیوں رکاوٹ بنے! بلکہ خود ساتھ تعاون کرکے نکاح کروادو تاکہ سہولت رہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ" (پارہ۱۸ر سورہ نور آیت ۳۲) اس آیت سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جن کی شادیاں نہ ہوئی ہو یا وہ طلاق والی یا بیوہ ہو گئی ہو ایسی عورتوں کی شادی کرادینی چاہیئے، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عکاف ﷛ سے رسول اللہ ﷺ نے سوال فرمایا، تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، پھر آپ ﷺ نے سوال فرمایا کوئی شرعی باندی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، پھر سوال فرمایا، تمہارے پاس گنجائش ہے کہ نہیں یعنی بیوی کے ضروری خرچہ کا انتظام کرسکتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر تو تم شیطان کے بھائی ہو، ہماری سنت نکاح کرنا ہے، جو بغیر نکاح کے ہو وہ تم میں بدترین آدمی ہے، اور جو بے نکاح مرگئے وہ سب

سے رذیل ہے، یہ شریعت کا حکم بھی ہے اور اللہ کے نبی کی سنت بھی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا اتباعِ سنت کا عجیب واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دیوبند کے محلہ دیوان میں وعظ فرمارہے تھے، وعظ کا موضوع تھا بیوہ عورتوں کا نکاح، دوران بیان دیوبند کے معزز شیوخ حضرات میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے، حضرت مجھے کچھ عرض کرنا ہے، حضرت انداز سے یہ سمجھ گئے کہ وہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں، اتفاق کی بات تھی کہ انہی دنوں میں حضرت نانوتوی کی بہن بیوہ ہوئی تھی اور ابھی تک اس کا دوسرا نکاح نہیں ہوا تھا، حضرت نانوتویؒ اللہ تعالی کی دی ہوئی فراست سے سمجھ گئے کہ بیوہ بہن کا اب تک جو نکاح نہیں ہوا اس کے متعلق یہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں، حضرت نے مجمع سے فرمایا ذرا ٹھہریے مجھے ایک ضرورت پیش آئی ہے، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں یہ فرما کر حضرت اسٹیج سے نیچے اتر کر گھر میں تشریف لے گئے، مجلس اپنی جگہ جمی رہی، پورا مجمع بیٹھا رہا، حضرت گھر پہنچے بیوہ بہن عمر میں آپ سے بڑی تھی، کافی ضعیف بھی ہو چکی تھی، ان کی اولاد بھی نہیں تھی، حضرت نے اپنی بہن کے پیر پکڑ کر بہت عاجزی کرتے ہوئے عرض کیا بہن آپ کی ایک ہمت سے آپ ﷺ کی ایک سنت زندہ ہوتی ہے اور میں سنت زندہ کرنے کے قابل ہو سکتا ہوں، بہن گھبرا گئی اور کہا کہ بھائی ایسی کیا بات ہے، میرے پیر تو چھوڑ دو میں اس قابل کہاں ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت زندہ ہونے کا سبب بن سکوں، حضرت نے عرض کیا! بہن آپ نکاح کر لیجئے، بہن نے عرض کر لیا کہ بھائی تم دیکھ رہے ہو، میں ضعیف ہو چکی ہوں سر کے بال سفید ہو چکے ہیں، یہ عمر نکاح کرنے کی نہیں ہے، حضرت نے عرض کیا! یہ سب کچھ صحیح لیکن یہ نکاح کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے، محض

بیواؤں کے نکاح کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے ہے، وہ بہن بھی حضرت نانوتوی کی بہن تھی ،سنت کا نام سن کر نکاح کے لئے تیار ہوگئی ،حضرت نے اسی وقت گھر میں نکاح پڑھا دیا ،حضرت باہر تشریف لائے ،مجمع اسی طرح جم کے بیٹھا ہوا تھا، کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوگیا اور آگے وعظ شروع فرمایا وہ عتراض کرنے والے صاحب دوبارہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ،آپ تو بیواؤں کے نکاح کا وعظ فرمارہے ہیں اور آپ کے گھر میں آپ کی بیواہ بہن بیٹھی ہوئی ہے ،حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کون کہتا ہے کہ وہ بیٹھی ہوئی ہے اس کا نکاح تو ہو چکا ہے اور نکاح کے گواہ اسی مجلس میں موجود ہے ،اسی وقت نکاح کے گواہوں نے کھڑے ہوکر گواہی دی کہ نکاح ہماری حاضری میں ہوا ہے ،اس بات کو سن کر پورا مجمع متاثر ہوگیا اور اسی مجلس میں ۶۰ (ساٹھ) بیوہ عورتوں کے نکاح ہوئے۔

اللہ تعالی کا مجھ پر فضل

(اللہ کا فضل وکرم ہے میرے پر، کہ اللہ نے مجھے بھی اس سنت کو ادا کرنے کا موقع دیا (۵۹/۵۸) سال کی ہماری بیوہ بہن انگلینڈ میں کئی سالوں سے رہتی تھی ،میرے والد مرحوم اپنی حیات میں ان کی شادی کے لئے بڑے فکر مند رہے ،دعاء بھی کرتے رہے اور کوشش بھی کرتے رہے لیکن نہ ہوسکا، اِسی سال اللہ تعالی نے ان کا نکاح کرانے کا مجھے موقع دیا اور صرف اللہ تعالی کا حکم پورا کرنے کی نیت سے میں نے تین دن کے لیے بمبئی سے لندن کا سفر کیا اور بہن کا نکاح کرایا لندن کی مدینہ مسجد میں ایک بڑے مجمع کے سامنے نکاح بیوگان پر تفصیلی خطاب کیا اور اس کے بعد خود ولی بالنکاح بن کر نکاح کرایا، یہ اللہ تعالی کا مجھ پر فضل ہے کہ ایک نیک موقع مجھے بھی عطا فرمایا۔

صبر کرنے والی عورت کی فضیلت

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے ،لیکن محض وہ اپنے چھوٹے بچوں کے خاطر

صبر کرے اور عفت و پاک دامنی سے زندگی گذارے، اس کے متعلق حدیث شریف میں فضلیت وارد ہوئی ہے، حدیث شریف میں ہے: کہ اس کو اللہ تعالی کی راہ میں غزوہ کرنے کا ثواب ملے گا، اس لئے کہ بہت سی مرتبہ اس عورت نے جس شوہر سے دوسرا نکاح کیا، وہ اس کے اگلے شوہر سے ہونے والے بچوں کے متعلق خیر خواہ نہیں ہوا کرتا، جس کی وجہ سے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت نہیں ہو پاتی، بلکہ بعض مرتبہ بچے ظلم کے شکار بنتے ہیں، اس لئے جس عورت کو گناہ کا غالب خطرہ ہو وہ تو دوسرا نکاح ضرور کر لے، لیکن اگر اپنی ذات پر اطمینان ہے اور گناہ سے حفاظت کی پوری امید ہے اور چھوٹی چھوٹی اولاد کی تعلیم و تربیت کا بھی مسئلہ ہے، اور دوسرے نکاح کی صورت میں بچوں پر ظلم و زیادتی کا خطرہ ہے اور ضروری اخراجات کی جائز شکلیں بھی موجود ہیں تو اس عورت کو تو صبر کر کے زندگی گذارنی چاہیے اور اپنے بچوں پر محنت کر کے گھر بیٹھے اللہ تعالی کی راہ میں غزوہ کرنے کی فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔

﴿حضرت عائشہؓ کی تیسری خوبی﴾

تیسری خوش قسمتی حضرت عائشہؓ کی یہ ہے، کہ حضرت نبی ﷺ کی وفات بھی ان کی گود میں ہوئی، حدیث میں ہے، آپ ﷺ کا آخری دن اور وہ حضرت عائشہ کی باری کا دن تھا اور آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا اور اسی حالت میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا یہ ان کی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

﴿حضرت عائشہؓ کی چوتھی خوبی﴾

حضرت عائشہؓ کی چوتھی خوش قسمتی، کہ جس جگہ حضور ﷺ کا وصال ہوا وہ کمرہ بھی حضرت عائشہؓ کا تھا، ایسے حیات طیبہ کے آخری دنوں میں مرض کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں قیام فرمایا تھا، لیکن قدرتی بات کہ وفات کے دن باری حضرت عائشہؓ ہی کی تھی، گویا حضور ﷺ کی چاہت مبارکہ

یہ تھی کہ آخری ایام بھی حضرت عائشہؓ کے یہاں قیام ہو، آپ ﷺ نے سب ازواج مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے۔

﴿مکانات کی وسعت بھی اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے﴾

میری بہنو! اللہ نے ہم کو بڑی نعمتوں سے نوازہ ہے، آپ ﷺ نے سب ازواج مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے، تمام بیویوں کے جو کمرے بنائے تھے بہت ہی چھوٹے چھوٹے تھے اللہ مجھے اور آپ تمام کو مدینہ شریف بار بار لے جائے، جب آپ مدینہ جاؤ تو، جو وقت عورتوں کا سلام پڑھنے کا ہوتا ہے وہاں جا کر دیکھنا کہ تمام کے جو کمرے تھے، وہ جگہ کتنی چھوٹی جگہ ہے، مسجد نبوی میں جو جالی مبارکہ کا احاطہ ہے، جہاں ہم سلام پیش کرتے ہے، تقریباً بس اتنے ہی احاطہ میں یا اس سے کم جگہ میں تمام امہات المؤمنین کے حجرات تھے، بعض احادیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ تہجد کی نماز ادا فرماتے اس وقت حضرت عائشہؓ وہاں آرام کرتی ہوتی اور جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو وہ پاؤں سمیٹ لیتی تھی، تب حضور ﷺ سجدہ کر سکتے، اتنے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے کہ اطمنان سے ایک سوئے اور دوسرا نماز پڑھ سکے اتنی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی، اللہ نے مجھے اور آپ کو مکان کی وسعت کی بڑی دولت سے نوازا ہے۔

﴿حضرت عائشہؓ کی پانچویں خوبی﴾

حضرت عائشہؓ کی پانچوی خوبی: حضرت نبی ﷺ کی قبر مبارک کسی قبرستان میں نہیں بنی بلکہ حضرت عائشہؓ کے کمرے میں بنی، اس لیے کہ جس جگہ نبی کی وفات ہوتی ہے اسی جگہ ان کی قبر بنائی جاتی ہے۔

﴿حضرت عائشہؓ کی چھٹی خوبی﴾

حضرت عائشہؓ کی چھٹی خوبی: یہ کہ جب حضور ﷺ اور حضرت عائشہؓ دونوں ایک ہی

لحاف میں سوئے ہوئے ہوتے اسی حالت میں اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا تھا، ﷺ! کیسی پاکیزہ زندگی تھی یہ خوش نصیبی کسی اور بیوی کو نصیب نہیں ہوئی۔

﴿حضرت عائشہؓ کی ساتویں خوبی﴾

حضرت عائشہؓ کی ساتویں خوبی، کہ وہ ایسے باپ کی بیٹی ہے کہ تمام نبیوں کے بعد پہلے نمبر کے انسان وہ حضرت عائشہؓ کے والد ہے اور تمام امتوں کے انسانوں میں حضرت عائشہؓ کے ابا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اول نمبر ہے، یعنی تمام پیغمبروں اور انسانوں کے بعد سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، اس لیے ان کا لقب کتنا مبارک ہو گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق اور حضرت عائشہؓ کا لقب صدیقہ، عائشہ نام اور صدیقہ ان کا سیکنڈ نام صدیقہ بنت صدیق۔

﴿حضرت عائشہؓ کی آٹھویں خوبی﴾

میری بہنو! اور تو کیا خوش قسمتی ان کی بتاؤں اللہ اکبر! ایک عجیب خوش نصیبی بتاؤں جو دنیا میں کسی عورت کو نصیب نہیں ہو سکتی، کہ جب اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخہ نے تہمت لگائی کہ یوسف نے میرے ساتھ غلط کام کرنے کا پلان کیا تھا حالانکہ حضرت یوسفؑ پاک اور معصوم ہے اس بات کو بتلانے کے لیے اللہ نے ایک دودھ پیتے بچے کو بولتے سکھایا وہ بچہ بولا اور اس نے اعلان کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو پاک بتلایا کہ وہ پاک ہے اور زلیخہ جھوٹی ہے، اسی طرح لوگوں نے حضرت مریم پر تہمت لگائی، "یَـــا اُخْـــتَ هَـــارُوْنَ" اے مریم! شادی سے پہلے بچہ کیسے آ گیا۔۔؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں اپنی زبان سے بلوایا، جس وقت وہ اپنی ماں کے گود میں تھے، دودھ پی رہے تھے کہ بولے " انی عبد الله "(پارہ ۱۶/سورۂ مریم آیت ۳۰) آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور بولے کہ میری ماں مریم پاک ہے میری ماں نے کوئی غلط کام نہیں کیا، میری

بہنو! اللہ کی قدرت دیکھو کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ایک بچے نے ان کو پاک بتایا اور حضرت مریمؑ پر جب تہمت لگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پیتے پیتے اپنی ماں کو پاک بتایا، خوش نصیب ہے حضرت عائشہؓ کہ ان پر جب منافقوں نے زنا کی تہمت لگائی تو اللہ نے آسمان سے خود اعلان فرمایا: اور اللہ نے قرآن پاک میں ان کی پاک دامنی پر تقریباً ۲۰ آیتیں پورے دو رکوع نازل فرمائے کہ حضرت عائشہؓ پاک ہے، کوئی گناہ نہیں کیا اللہ اللہ کیسی خوش نصیب عورت کہ اللہ نے خود ہی ان کے پاک ہونے کا اعلان فرما دیا اتنی بڑی خوش نصیبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، اسی کے ساتھ اللہ نے دنیا ہی میں مغفرت کا اعلان فرمایا" لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ "(پارہ۱۸/سورہ نور/آیت۲۶) ان کے لیے اللہ نے کی مغفرت اور عزت کی روزی جنت میں تیار کر رکھی ہے، اللہ تعالیٰ ماں عائشہؓ جیسی پاکیزہ زندگی ہماری تمام بہنوں کو عطا فرمادیں اور جنت میں ان کے ساتھ جانا نصیب فرمائیں۔

﴿حضرت عائشہؓ کی ایک بڑی برکت، امت کو تیمّم کی نعمت نصیب ہوئی﴾

اس غزوۂ بنی مصطلق میں اور کسی دوسرے سفر کے موقع پر بھی حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو گیا۔

حضرت نبی ﷺ نے حضرات صحابہؓ کو ہار تلاش کرنے کا حکم دیا، بعض حضرات پچھلی منزل تک ہار تلاش کرنے گئے، اس طرف حضور ﷺ اور پورا مجمع ٹھہرا ہوا ہے، صبح ہونے آئی، فجر کا وقت ہو گیا، جس جگہ قیام تھا وہاں پانی نہیں تھا، اور نماز کے لئے پانی کی ضرورت تھی، مجمع میں سے بعض حضرات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے، اور صاحب زادی حضرت عائشہؓ کے متعلق باتیں کہنے لگے کہ حضرت عائشہؓ نے خود حضور ﷺ کو روکا، پورے مجمع کو روکا اور ایسی جگہ روکا ہے جہاں لوگوں کے لئے پانی کا انتظام نہیں ہے، اس

بات سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طبیعت پر بھی اثر ہوا اور وہ اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کے پاس آئے، دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کی ران پر سر رکھ کر آرام فرما رہے ہیں، حضرت ابو بکرؓ نے پورے مجمع کی تکلیف کے خیال سے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو ڈانٹنا شروع کیا، اور ساتھ ہی اپنی انگلی سے حضرت عائشہؓ کی کمر (کوکھ) پر کچوکے مارنے لگے، حضرت عائشہؓ کو تکلیف تو ہوتی کہ ابا جان ڈانٹ بھی رہے ہیں لیکن حضرت عائشہؓ ذرہ بھی نہیں ہلی، برداشت کرتی رہی، اس لئے کہ اگر وہ ہل جاتی تو نبی کریم ﷺ کی نیند مبارک ٹوٹ جاتی کیسی محبت تھی حضرت عائشہؓ کو حضور ﷺ سے کہ تکلیف برداشت کر کے آرام دے رہی ہے۔

خیر جب صبح ہوئی اور نماز کا وقت آیا اور صحابہؓ نے عرض کیا کہ پانی نہیں ہے تو اللہ تعالی نے اسی وقت تیمم والی آیت اتاری، اور تیمّم کرنے کی اجازت مل گئی۔

اس پر حضرت حضرت اسید بن حضیر انصاریؓ خوشی سے کہنے لگے، جب بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خاندان میں کوئی ناگوار بات ہوتی ہے تو اللہ تعالی ان کے خاندان کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے برکت عطاء فرمائی ہے، یعنی کوئی بھی ایسی بات اللہ تعالی کی طرف سے آئی ہے جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہی ہوتا ہے۔

دیکھئے! حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی، وہ تکلیف کی چیز تھی لیکن اس کی برکت سے براءت کی آیات نازل ہوئی، جو قیامت تک پڑھی جائے گی، کتنی بڑی برکت۔

اور ہار گم ہونے کی وجہ سے، رکنا پڑا، نماز کا وقت آیا تو پانی نہیں تھا تو تیمم کی نعمت امت کو مل گئی، کتنی بڑی نعمت مل گئی۔

تیمّم کا مطلب

جب پانی نہ ملے، قریب میں بھی نہ ہو، یا بیماری کی وجہ سے پانی استعمال نہ کر سکے تو

مٹی وغیرہ سے تیمم کرلو، تیمم کی نیت کر کے دونوں ہتھیلی مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھرا دو پھر دوسری مرتبہ مٹی پر دونوں ہتھیلی مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت پھیرا دو، تیمم ہوگیا، کتنی آسانی ہوگئی۔ غسل وضوء، دونوں ضرورت میں اس طرح کر سکتے ہیں۔

﴿واقعۂ افک﴾

اب یہاں سے پوری بات بتادوں کے ان پر تہمت کیسے لگی اور اللہ نے ان کی پاک دامنی کا کیسے اعلان کیا یہ پورا قصہ بڑا عجیب وغریب ہے اس کی ایک ایک بات پر دھیان دینے کی ضرورت ہے، قرآن مجید میں بھی اللہ تعالی نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور بخاری شریف میں تقریباً ۱۸ جگہ پر یہ واقعہ آیا ہے، تین جگہ تفصیل سے ہیں، باقی جگہ اجمالاً ذکر کیا ہیں، جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو ہجرت کے چھٹے سال میں یعنی ۵۔۶ ھ میں (اور ابھی ۱۴۳۱ھ چل رہا ہے) اور میں ہجرت کے چھٹے سال کی بات کرتا ہوں ہم کو اسلامی تاریخ اور سال بھی یاد ہونا چاہیے۔

۶ ھ میں عرب میں ایک خاندان ''بنی مصطلق'' نام کا تھا، یہ پورا خاندان غیر مسلموں کا تھا، یہ مریسع نامی ایک جگہ پر یہ لوگ رہتے تھے، مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر تھے ، اسی خاندان کے لوگوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی، جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو خود حضور ﷺ اس خاندان کے لوگوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی، باقاعدہ غزوہ ہوا۔

﴿حضور ﷺ کا مثالی انصاف﴾

آنحضرت ﷺ سفر کے موقع پر ازواج مطہرات یعنی اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، اور چھٹی میں جس کا نام نکلتا اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے، حالانکہ آپ کے لئے اس طرح کرنا کوئی ضروری نہیں تھا لیکن اپنی بیویوں میں ناراضگی نہ ہو، ان کی دل جوئی

ہو اس لئے چٹھی ڈال دی جاتی ، اس مرتبہ چٹھی میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا نام نکلا تو حضور ﷺ نے ان کو ساتھ لے لیا ، اس طرح چٹھی ڈالنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ کسی کو کسی متعلق نا انصافی کرنے کا گمان نہ رہے ، بلکہ وہ خود اپنی قسمت پر رووے کے میری قسمت میں نہ تھا اس لئے میرا نام نہیں نکلا ، اور یہ دلجوئی کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ اس سفر میں منافقین بھی شریک ہوئے ، چونکہ وہ جانتے تھے مسلمانوں کو فتح ملنے ہی والی ہے ، غنیمت کا مال ملے گا ، اور منافقین تو مال کی لالچ میں رہتے تھے ، سفر میں جانے کے لیے حضرت عائشہؓ کے پاس کوئی زیور نہیں تھے کیوں کے اس زمانہ میں غربت بھی بہت تھی تو حضرت عائشہؓ نے اپنی بڑی بہن حضرت اسماءؓ کے پاس سے گلے میں پہننے کے لیے ہار کا مطالبہ کیا کہ مجھے سفر میں جانا ہے تمہارا ہار دے دو سفر میں سے آ کر تم کو واپس کر دونگی ، یعنی عاریت کے طور پر طلب کیا یہ ہار یمن میں ظفار نامی ایک جگہ کا بنا ہوا تھا ، جو دانے (DAGF) سے بنایا گیا تھا ، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اظفار ایک جمی ہوئی خوشبو ہے کہ اس دانے سے بنا ہوا ہار تھا ، اس واقعہ پر میرے استاد حضرت مولانا سلیمان صاحب چوکسی ، سبق میں سنایا کرتے تھے کہ یہ ہماری بہنوں کی پرانی عادت ہے کہ سفر میں جانے کے لیے اگر اپنے پاس کوئی زیور نہ ہو ، تو دوسرے کسی سے لے کر بھی پہن کر جاتی ہے لیکن بغیر زیور سفر کرنا ان کو عار معلوم ہوتا ہے ، الحمدللہ آپ کو تو اللہ نے ایسی چیزوں سے خوب نوازہ ہے جہاں غربت ہوتی ہے وہاں ایسے واقعات پیش آتے ہیں ، بہر حال حضرت عائشہؓ نے ان کی بہن کا زیور لیا اور آپ ﷺ کے ساتھ سفر کے لئے روانہ ہوگئی ، حضرت عائشہؓ بہت دبلی پتلی تھی کیوں کہ بہت ہی چھوٹی عمر میں ان کا نکاح ہوا تھا ، حضور ﷺ نے ان کے لیے یہ انتظام کیا کہ اونٹ پر بیٹھنے کے لئے لکڑی کا ایک کجاوہ بندھوا دیا ، جو اس زمانے میں ایک خاص طریقے سے بنایا جاتا تھا ، جس کے چاروں طرف پردے لگاتے تھے ، اس کو ہودج کہتے ہے ، حضرت عائشہؓ اس ہودج میں بیٹھ جاتی اور جہاں کہیں اترنا ہوتا تو اونٹ کو نیچے بٹھا کر اوپر سے وہ ہودج اتار دیا جاتا تھا ، اور جب سفر شروع

ہوتا تو ہودج کو واپس اس پر رکھ دیا جاتا اور پردے ڈال دیے جاتے اور اونٹ کی رسی آگے سے کوئی پکڑتا اور لیکر چلتا اس طرح سفر ہوتا تو حضرت عائشہؓ اس طرح حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں روانہ ہوگئی، جب غزوہ مکمل ہوا اور آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے، تو سفر کرتے کرتے رات ہوگئی، ایک جگہ جنگل میں حضور ﷺ اور تمام صحابۂ کرام نے قیام فرمالیا، پھر جب آدھی یا پونی رات گزر گئی تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: کہ چلو! اب آگے سفر کرنا ہے، اس دور میں رات کے آخری حصہ میں سفر کیا جاتا تھا، اور حضور ﷺ سب کو ایسے موقع پر وقت دیتے تھے کہ سفر میں آگے بڑھنے سے پہلے جس کو استنجاء وغیرہ کا تقاضا ہو وہ فارغ ہوجائے اور سواری کے جانور کو تیار کرلے، آج کل کی طرح نہیں تھا کہ سفر شروع کرد یعنی گاڑی Start شروع کی اور چل دو، اس وقت حضرت عائشہؓ کو تقاضا تھا، حضرت عائشہؓ دور کسی جگہ رات کی اندھیری میں استنجاء کے لیے چلی گئی، جب استنجاء کر کے ٹھہرنے کی جگہ پر واپس پہنچی تو گلے پر ہاتھ لگایا پتہ چلا کہ گلے کا ہار غائب ہے تو واپس اس ہار کو تلاش کرنے کے لئے گئی اور تلاش کرنے میں دیر لگ گئی۔

اور جس جگہ حضرت نبی ﷺ اور صحابہ ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں حضرت عائشہؓ والا ہودج رکھا ہوا تھا اور حضرت عائشہؓ کے ہودج پر چاروں طرف سے پردے لگے تھے اور ہودج کے اٹھانے والے جو صحابہ تھے انہوں نے حضرت عائشہ کا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا، چونکہ حضرت عائشہؓ وزن میں بہت ہی ہلکی تھی، جس کی وجہ سے صحابہ کو پتہ نہ چل سکا کہ حضرت عائشہؓ ہودج میں بیٹھی ہے یا نہیں اور جلدی جلدی میں ہودج اٹھانے والے صحابہ یہ سمجھے کہ ماں عائشہؓ ہودج میں بیٹھی ہوئی ہے اور پورا قافلاں حضرت نبی ﷺ کے ساتھ روانہ ہوگیا۔

حضور بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ ہودج میں بیٹھی ہوئی ہے چونکہ اندھیری رات تھی کچھ پتہ نہ چلا حالانکہ حضرت عائشہؓ جنگل میں ہی تھی اور اپنا ہار تلاش کرنے میں

مشغول تھی۔

﴿اس دور میں دبلی پتلی عورتیں، اور آج کا زمانہ﴾

بخاری شریف میں خود حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اس دور میں عورتیں عام طور پر دبلی پتلی، ہلکے بدن کی ہوا کرتی تھی، ان کے بدن پر زیادہ گوشت نہیں ہوتا تھا، کھانا معمولی تھوڑا سا ملتا اور اپنے ہاتھ سے گھر کے تمام کام کرنے ہوتے جس کی وجہ سے بدن موٹا نہیں ہوتا تھا، بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے فتح ہونے تک پیٹ بھر کے کھجوریں بھی کھانے کو نہیں ملی، حالانکہ کھجور مدینہ کی سب سے بڑی پیداوار ہے تو پھر سودری چیزیں تو پیٹ بھر کے کیسے ملتی ہوگی، اور خیبر ےھ میں فتح ہوا، اور آج تو ہماری بہنیں Dieting کرتی ہے اور خود کو دبلا پتلا رکھنے کی محنتیں کرتی ہیں ،اس کے لئے دواء کرتی ہے، باقاعدہ اشتہارات آپ کو دیکھنے کو ملے نگے وزن کم کرنے کی دواء کے لئے ،اور دبلا پتلا رکھنے کا مقصد خود کو حسین دکھانا ہے، چونکہ Single body اس دور کی ایک فیشن ہے ،اس غلط مقصد سے عورتیں دواء اور Dieting کا سہارا لیتی ہے، اس لئے ایک اچھی صفت یعنی دبلا پتلا ہونا اس دور میں غلط نیت کی وجہ سے بہت سی خرابیوں کا ذریعہ بن گئی ہے۔

﴿حضرت عائشہؓ کی واپسی اور حیرانی﴾

حضرت عائشہ وہاں سے آئی تو دیکھا کہ حضور ﷺ اور تمام صحابہ جا چکے ہیں وہ پریشان ہوگئی، اکیلی عورت تھی نوجوان تھی راستہ بھی معلوم نہیں تھا اور اس زمانہ کا سفر اونٹوں اور گھوڑوں کا بڑا مشکل سفر ہوتا تھا۔

﴿حضرت عائشہؓ بڑی عقل مند عورت تھی﴾

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ جب واپس آئی اور دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور کوئی نہیں ہے، سب کے سب چلے گئے تو ادھر اُدھر نہ دوڑی، اس دور میں آج کی طرح راستے بنے ہوئے نہیں ہوتے تھے، اس لئے آگے کا راستہ حضرت عائشہؓ کو معلوم نہیں تھا، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل وفہم سے حضرت عائشہؓ نے فیصلہ کیا کہ میں اسی جگہ بیٹھ جاتی ہوں، اور خیال کیا کہ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے یہاں پہنچے نگے، اور میں ادھر اُدھر گئی تو ان کو تلاش میں مشکلی ہوگی اسلئے اپنی جگہ چادر لپیٹ کر بیٹھ گئی اور رات کا آخری وقت تھا، نیند کا غلبہ ہوا اسلئے وہیں لیٹ گئی اور آنکھ لگ گئی، عام طور پر ایسے موقع پر عورتیں ڈر جاتی ہے، گھبرا جاتی ہے، لیکن حضرت عائشہؓ کی ہمت اور عقلمندی کی بات ہے کہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئی گھبرا کر ادھر اُدھر نہیں گئی۔

قافلہ کی روانگی کے وقت آپ ﷺ کا معمول مبارک

حضرت نبی کریم ﷺ نے روانگی کے وقت ایک صحابی کو پیچھے چھوڑ دیا، تا کہ قافلہ روانہ ہونے کے بعد صبح کے وقت پیچھے پیچھے آئے، تا کہ کسی صحابی کی کوئی چیز اگر گر گئی ہو تو وہ اس کو لے کر محفوظ کرلے اور اس وقت حضرت نبی ﷺ نے اس کام کے لئے حضرت صفوان ؓ کو منتخب فرمایا تھا اور ان کو فرمادیا تھا، کہ آپ کو صبح میدان میں دیکھ لینا اگر کسی کی کوئی چیز گر گئی ہو تو اس کو لیکر آجانا، تو وہ اس جگہ رکے ہوئے تھے اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت عائشہؓ اس جگہ پر ہے کیوں کہ رات کا اندھیرا تھا جب صبح کی تھوڑی روشنی ہوئی تو ان کو دور سے کسی انسان کے ہونے کا اندازہ ہوا، وہ قریب گئے تو دیکھا کہ یہ تو حضرت عائشہؓ ہے اور چونکہ پردے کا حکم آنے سے پہلے حضرت عائشہؓ دیکھا تھا اس لیے وہ پہچان گئے کہ یہ حضرت عائشہؓ ہے تو تعجب میں پڑ گئے کہ یہ یہاں کیسے؟ حضرت عائشہؓ نیند میں تھی جب حضرت صفوان ؓ کے منہ سے تعجب سے زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا اس آواز سے حضرت

عائشہؓ کی آنکھ کھل گئی اور جلدی سے چادر لپیٹ لی اور اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

﴿حضرت عائشہؓ کا عمل ہمارے لئے ایک سبق﴾

بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کا بیان آیا ہوا ہے، ایک خوب دھیان دینے کی بات ہے، جب پرائے مرد کی نظر پڑی تو حضرت عائشہؓ نے فوراً بیدار ہوتے ہی اپنا منہ ڈھانپ لیا، کیسی پاک دامن حیاء اور شرم والی عورت ہوگی، حضرت عائشہؓ قسم کھا کر بیان فرمارہی ہے کہ میں نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے ایک لفظ بھی نہیں سنا، صرف انا للہ وانا الیہ راجعون جو پڑھا تھا وہ حضرت عائشہؓ نے سنا، اس کے سواء کوئی بات خود حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں کی، یہ ایک مثالی سبق ہے ہم سب کے لئے، یہ ایسا ایک موقع ہے، جس میں ایک حادثہ سے حضرت عائشہؓ اکیلی رہ گئی، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ ان کی مدد کے لئے گئے تو حضرت عائشہؓ نے بھی ایک لفظ بات نہیں کی، اور آج تو ایسا موقع کسی کو مل گیا تو بس بات کیسے لمبی لمبی ہو جاتی ہے، مضامین بھی ذہن میں برابر آتے چلے جاوینگے اور مدد کے عنوان سے نئے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان واقعات سے نصیحت حاصل کر کے عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ بس جو ضروری کام تھا، اس موقع سے وہ کیا، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اپنا اونٹ لائے اور اونٹ حضرت عائشہؓ کے سامنے بٹھا دیا، حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہوگئی، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی رسی پکڑ لی اور خود پیدل چلنے لگے، اس صحابی نے پورے سفر کے درمیان نہ کوئی بات کی نہ ان کو ہاتھ لگایا بس چلتے چلتے جہاں نبی ﷺ اور صحابہ تھے وہاں پہنچ گئے، پورا قافلہ دوپہر کی سخت گرمی کے وقت آگے دوسری جگہ ٹھہرا ہوا تھا وہاں پہنچ گئے اور حضرت عائشہؓ کو حضور ﷺ سے ملا دیا، بس قصہ تو یہ ہو گیا۔

﴿حضرت عائشہؓ پر عبداللہ ابن ابی کا تہمت لگانا﴾

اس بات کا پتہ جب منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی کو چلا تو اس ظالم اور بد بخت نے لوگوں کے درمیان اس بات کو اس طرح مشہور کر دیا کہ نعوذ باللہ حضرت عائشہؓ نے حضرت صفوانؓ کے ساتھ غلط کام کیا اور اس وقت جتنے بھی منافق تھے ان لوگوں نے اس ظالم بد بخت کا تہمت پھیلانے میں ساتھ دیا اور جب یہ خبر بہت مشہور ہو گئی تو، میری بہنو! لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب اس طرح کی کوئی بات کسی سے سنتے ہیں تو بلا کسی تحقیق کے ایسے ہی باتوں کو پھیلا دیتے ہیں۔

دشمن ہمیشہ موقع کی تلاش میں ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ ہم کو بیجا دشمنی سے حفاظت میں رکھے، انسان کو جب کسی سے دشمنی ہوتی ہے تو وہ اندھا، بہرہ، گونگا ہو جاتا ہے، اپنے دشمن کے متعلق کوئی بھی موقع اس کو ملے گا، تو وہ اس کو بدنام کر دے گا، صحیح بات کو بھی غلط پیش کریگا، سیدھی بات کو بھی ٹیڑھی بناوے گا، دیکھتے ہوئے بھی اندھا ہو جائے گا، سنتے ہوئے بھی بہرہ بن جائے گا، ایسا نہیں ہونا چاہیے، انصاف انصاف ہے، سچائی سچائی ہے، کسی حال میں اس کو مت چھوڑو، کسی کے متعلق غلط بات مت چلاؤ، کوئی غلط بات چلتی ہو تو اس کو روکو، کسی پر غلط تہمت لگتی ہو تو اس کا دفاع کرو، حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کسی کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی برائی بیان کی جارہی ہو اور وہ اس کی مدد کرنے پر (یعنی غلط بات جو اس کی طرف نسبت کرکے بیان کی جارہی ہے، اس کی طرف سے دفاع کرنا، تردید کرنا) قدرت رکھتا ہو اور اس کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں اس کی مدد فرماوے نگے اور اگر مدد کی قدرت کے باوجود اس کی مدد نہیں کی تو اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں اس سے بدلہ لے نگے۔ یہاں دشمن منافقین کو ایک موقع مل گیا اور انہوں نے افواہ پھیلانا، تہمت لگانا

ر واضح کر دیا۔

واقعہ سے عبرت، ایک نصیحت

میری بہنو! یہ قصہ صرف سنانے کی غرض سے بیان نہیں کرتا ہوں بلکہ اس میں بہت بڑی نصیحت ہے، اس میں سے پہلی نصیحت آپ کو کہہ دوں، کہ جب بھی کوئی بات سنوں تو فوراً اس کو آگے مت چلاؤ بلکہ پہلے اس بات کی پوری تحقیق کرو کہ حقیقت کیا ہے، مسلم شریف میں روایت ہے "کفی بالمرأ كذباً أن يحدث بكل ما سمع، او كما قال" یعنی وہ انسان جھوٹا ہے جو ہر سنی ہوئی بات دوسروں کے سامنے بیان کر دے، اس لیے بات کی پہلے تحقیق کرلے اور وہ بھی اس وقت جب کے اس بات کی کوئی ضرورت ہو، اس سے آپ کیست خود کا یا اپنے متعلقین کا کوئی معاملہ وابستہ ہو، ورنہ بلا کسی غرض اور مطلب کے ایسی باتوں میں نہ پڑنا چاہیئے، اپنا کام بھلا اور اپنی آخرت کا فکر، اپنی زندگی، اپنی قبر، اپنی آخرت کا فکر کرو، دوسروں کی باتوں میں جانے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر ایسی بات سنو، تو اس کو اپنے پیٹ میں لے لو یعنی اس کو کسی کے سامنے ذکر نہ کرو، میری بہنو! غلط باتوں کا چرچا کرنا، اس کو پھیلانا یہ گناہ کبیرہ میں شامل ہے۔

تہمت میں چند بھولے بھالے مسلمانوں کا شریک ہونا

یہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور یہ عادت ہماری بہت ساری بہنوں اور بھائیوں میں ہیں، بہر حال جب یہ بات منافقوں نے پھیلائی اور مسلمانوں کے کانوں میں پہنچی تو بعض بھولے بھالے مسلمان بھی اس میں شامل ہوگئے، دو صحابی مرد اور ایک صحابی عورت یہ تینوں پکے مسلمان تھے لیکن اس بات کو مان لینے میں یہ تینوں شامل ہوگئے، حضرت مسطح ﷺ حضرت حسان ﷺ اور حضرت حمنہؓ ان میں حضرت مسطح ﷺ اور حضرت حمنہؓ مہاجری ہے اور

ہوگیا منافق لوگ جہاں بھی ہوتے بس اسی بات کا چرچہ کرتے تھے، خاص کر عبداللہ بن ابی اس بات کو خوب پھیلاتا جان بجھ کر لوگوں سے اس واقعہ کے بارے میں سوال کرتا، تاکہ سوال جواب کے ذریعہ بات کو پھیلادے۔

﴿سوال کا غلط استعمال﴾

کچھ فتنہ کرنے والے انسان ہوتے ہیں، دوسروں سے کسی بات کا سوال کرتے ہیں، ان کا مقصد سوال کرنے سے کسی بات کو مشہور کرنا ہوتا ہے، پھیلانا ہوتا ہے، آپس میں سوال کرے نگے، تجھے معلوم ہوا کے نہیں؟ پھر وہ سامنے سے پوچھے گا کیا کیا؟ بس پھر تفصیلات شروع ہوجاتی ہے، ایسے فتنہ کی نیت سے، افواہ کو پھیلانے کی نیت سے سوال کرنے سے اللہ تعالی ہماری حفاظت فرمادے، یہ گناہ کا کام ہے، حضور ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ کو بھی بہت غم ہوا کہ میری عائشہ کے بارے میں ایسی باتیں ہورہی ہیں آپ کی طبعت پر اس کا بہت اثر ہوا۔

﴿منافقین کا اصل مقصد﴾

بعض بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اس غلط افواہ کے پیچھے منافقین کا اصل مقصد حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکت تھی، وہ آپ ﷺ کو بدنام کرنا چاہتے تھے (نعوذ باللہ) اس لئے کہ میاں بیوی میں سے کسی پر بھی بدکرداری کا عیب آوے تو دوسرے کی شخصیت اور عزت پر بھی آنچ آتی ہے، لوگ ان کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہوتے ہیں اور کم از کم عزت تو مجروح ہو ہی جاتی ہے اور خود وہ مرد بھی شرم محسوس کرے گا، جس کی عورت پر تہمت لگے اور وہ عورت بھی شرم محسوس کرتی ہے جس کے شوہر پر تہمت ہو۔

﴿عورت کی پسندیدہ صفت﴾

ادھر حضرت عائشہؓ کو کچھ خبر نہیں کہ میرے بارے میں مدینہ میں یہ باتیں ہو رہی ہے وہ اپنے گھر کے کام کاج میں لگی ہوئی ہے دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ Talk of the town کیا ہے، ان کو کچھ معلوم نہیں اور ایمان والی عورتوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتی ہے، قرآن میں اللہ نے ایسی عورتوں کا ذکر تعریف کے انداز میں فرمایا ہے، "اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ "(پ۱۸/ع۹/آیت۲۳)

ترجمہ: یادرکھو کہ جولوگ پاک دامن بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ،ان پر دنیا اور آخرت میں پھٹکار پڑ چکی ہے، اور ان کو اس دن زبردست عذاب ہوگا۔

بہرحال حضرت عائشہؓ کو اس بات کا کچھ پتہ نہیں تھا کہ میرے بارے میں کیا چرچہ ہو رہا ہے۔

آپ ﷺ کے غم کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کا بیمار ہونا

جب کہ حضور ﷺ کی طبیعت مبارک پر بڑا اثر تھا اور حضرت عائشہؓ بھی بیمار ہوگئی اس لیے کہ حضور ﷺ کی طرف سے محبت اور لطف کے برتاؤ میں کچھ کمی آئی اور وہ ایسے موقع پر ہو ہی جاتی ہے، ایسے موقع پر دل پر جو صدمہ اور رنج ہوتا ہے اس سے طبیعت پر اثر ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں محبت میں کمی ہوتی ہے، بس گھر میں آتے سلام کرتے خیریت پوچھتے اور چلے جاتے جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو بہت ہی صدمہ ہوا، کہ کیوں حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہے؟

اور کیوں مجھ سے محبت کم ہو رہی ہے؟

اور جو لطف و کرم پہلے تھا اس میں فرق آیا؟

اسی غم اور فکر میں وہ بیمار ہوگئی، حضرت عائشہؓ کو اس معاملے کی خبر بہت دنوں کے

بعد ہوئی، اس دوران حضرت عائشہؓ غم میں گھلنے لگی، کمزور ہوگئی۔

حضرت عائشہؓ کو تہمت والے واقعہ کا پتہ کس طرح ہوا؟

اس کمزوری کے زمانہ میں حضرت عائشہؓ کو استنجاء کے لیے جانا ہوا تو ایک بڑی عمر کی صحابیہ عورت حضرت ام مسطحؓ کے ساتھ جانا ہوا، حضرت ام مسطحؓ حضرت ابوبکرؓ کی خالہ زاد بہن ہوتی ہے اس لئے رشتہ میں حضرت عائشہؓ کی پھوپھی ہوئی، یہ بھی کامل احتیاط کی بات ہے کہ کسی بڑی عمر والی رشتہ دار ذمہ دار عورت کے ساتھ جوان عورت گھر سے باہر جاوے، اور اس زمانہ میں گھر میں استنجاء خانہ بنا ہوا نہیں ہوتا تھا۔

حضرت ام مسطحؓ کا انوکھے انداز سے خبر دینا

جب استنجاء سے فراغت کے بعد دونوں واپس آرہی تھی، حضرت ام مسطحؓ کی چادر لمبی تھی ان کی لمبی چادر پاؤں میں پھنس گئی جس کی وجہ سے گرنے کے قریب ہوگئی، اور ان کی زبان سے عرب کے محاورے کے مطابق بدعاء کا ایک جملہ نکل گیا تعس مستاح اپنے بیٹے کے لیے بدعاء کی، میرا بیٹا مسطح برباد ہوجائے، اور ایسے غم کے موقع پر چلنے میں بے احتیاطی، کام کاج میں بے احتیاطی ہو ہی جاتی ہے اور اسی بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی نقصان ہوجاتا ہے، تو انسان اس غم کے سبب کی طرف دھیان کرتا ہے اور یہاں ام مسطحؓ کے لئے بڑی غم کی بات تھی کہ ان کے بیٹے حضرت مسطحؓ نے بھولے پن میں ایک افواہ کی بات میں آگئے تھے، تو اس پر حضرت عائشہؓ نے ان کو کہا، کہ ارے! اپنے بیٹے کے لیے بدعاء کرتی ہو! آپ کا بیٹا تو بڑا نیک صالح ہے اور غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے، ان کا شمار تو بدری صحابہ میں ہوتا ہے اور بدری صحابی کا مقام تو بڑا اونچا ہوتا ہے، تو وہ صحابیہ عورت ام مسطحؓ کہنے لگی، اے عائشہ! اے بھولی بھالی! تجھے معلوم نہیں ہے؟ میرا بیٹا تیرے بارے میں لوگوں کے سامنے کیا کہتا پھرتا ہے؟ حضرت ام مسطحؓ کسی بھی بہانے سے حضرت عائشہؓ کو بہتان

والا واقعہ کی خبر دینا چاہتی تھی، چونکہ حضرت عائشہؓ کو بالکل معلوم نہ تھا کہ میرے متعلق کیا بات ہو رہی ہے، تو حضرت عائشہؓ نے کہا، کہ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے، پھر حضرت عائشہؓ نے سوال کیا بتاؤ کیا بات ہے؟ اس پر اس صحابیہ عورت نے پورا قصہ ان کو سنایا، کہ عبداللہ ابن ابی نے آپ کے لیے حضرت صفوان ﷺ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی ہے اور میرا بیٹا بھی اس تہمت کو مان لینے والوں میں شامل ہے، جب یہ بات حضرت عائشہؓ نے سنی تو کہنے لگی کیا حضور ﷺ نے یہ بات سنی؟ کیا میرے ابا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی سنا؟ جب پتہ چلا کہ یہاں سب کو معلوم ہے، سب نے سنا ہے، تو حضرت عائشہؓ کو اندازہ ہوگیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی محبت مجھ سے کیوں کم ہوئی ہے، اب تو حضرت عائشہؓ کی بیماری پہلے سے زیادہ ہوگئی، بلکہ دوگنی ہوگئی، ایک طرف حضور ﷺ کی توجہ مبارکہ میں کمی اور دوسری طرف اس منافق کی طرف سے خطرناک الزام تھا، جب حضور ﷺ اپنی عادت کے مطابق گھر پر تشریف لائے اور سلام کیا خیریت پوچھی اس وقت حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے کہا کہ اگر آپ اجازت دو تو میں اپنے اماّ ابا کے گھر چلی جاؤں، تاکہ اس خبر کی پوری تحقیق کرے، اس لئے کہ انسان کو ایسے موقع پر ایسی بھاری بات سن کر جلدی یقین نہیں آتا، جب اپنے کسی معتمد سے یا بہت سارے لوگوں سے سنے، تب بات دل میں اترتی ہے، حضور ﷺ نے ان کو اجازت دی اور کہا کہ ٹھیک ہے تم کو اجازت ہے۔

گھروں میں بیت الخلاء ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

اس دور میں گھروں میں بیت الخلاء Toilet نہیں ہوتے تھے، گھر سے دور بلکہ آبادی سے باہر جانا ہوتا، خود ہمارے حضور ﷺ بھی باہر تشریف لے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، آج ہمارے لئے گھروں میں بیت الخلاء کا انتظام ہے اور ایک ایک مکان میں پانچ سات بیت الخلاء، ہر کمرہ کا الگ اور وہ بھی بہت شاندار، بلکہ بعض لوگوں کے بیت الخلاء

تو اتنے شاندار اور قیمتی ہوتے ہیں کہ ہم جیسے سادہ لوگوں کو تو اس میں قضاء حاجت مشکل ہو جاتی ہے، اب تو بیت الخلاء میں عمدہ قسم کے مخملی نرم ملایم قالین بچھائے جاتے ہے، حقیقت یہ ہے کہ بہت سے علاقوں میں اس قسم کے عمدہ قسم کے عمدہ قالین مساجد میں بچھانے کے لئے بھی میسر نہیں ہوتے، وہ آپ کے یہاں بیت الخلاء میں ہوتے ہیں، اب تو بیت الخلاء میں خوشبو والے Spray چھڑکاؤ اور گل دستے اور سجاوٹ کی چیزیں بھی ہوتی ہے یعنی ہزاروں انسانوں کو اپنے استقبالیہ کمرہ Sitting room کے لئے جو چیزیں میسر نہیں، وہ آپ کے بیت الخلاء میں ہوتی ہے، مال و دولت یہ سب اللہ تعالی کی نعمتیں ہیں، ان کی صحیح قدر کرو، ناشکری ناقدری نہ کرو۔

﴿صحابیات کی بے مثال حیاء وشرم﴾

اس زمانہ میں جب گھر سے دور آبادی سے باہر استنجاء کے لئے جانا ہوتا تو مردوں کے لئے الگ جگہیں متعین ہوتی اور عورتوں کے لئے الگ جگہیں متعین ہوتی، جو جگہیں عورتوں کے لئے متعین ہوتی اس طرف کوئی مرد جا نہیں سکتا، کسی مرد کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس طرف جاوے اور کوئی مرد خود سے بھی جاتا نہیں تھا، اگر کوئی مرد کبھی بھولے چلا بھی گیا تو عورتیں اس کی خبر لے ڈالتی تھی، آج بھی جن علاقوں میں استنجاء کے لئے باہر جانا ہوتا ہے وہاں یہی ہوتا ہے، آپ ﷺ کے مبارک زمانہ میں یہ جگہ بقیع قبرستان کی جانب تھی، اور قربان جاؤ اس دور کی عورتوں پر خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہے وکنا لا نخرج الا لیلاً الی لیل (بخاری شریف) کسی مرد کی نظر نہ پڑ جاوے، اسلئے عورتیں آج رات سے آئندہ کل رات ہی استنجاء کے لئے جاتی تھی، بس رات کو فارغ ہو جاؤ، دن کے اجالے میں گھر ہی میں رہو، کیسی عجیب شرم وحیاء کی بات ہے، اور حقیقت کچھ ایسی تھی کہ کھنا بہت کم ملتا تھا اور کھانا بھی ایسا ہوتا تھا کہ جس میں تیل، چکنائی بہت کم ہوتی ہو، اس لئے ایک رات سے دوسرے رات تک

استنجاء کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

﴿شریعت پر عمل کا مبارک جذبہ﴾

میری دینی بہنو! اس دور کی عورتوں کا کیا مبارک جذبہ تھا، اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کی بار بار زیارت ہم کو نصیب فرماوے، نبی کریم ﷺ نے جو حجرہ حضرت عائشہؓ کے لئے بنوایا تھا، اس کے ٹھیک سامنے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مکان تھا، مسجد نبوی میں جہاں آج کل خوخة ابی بکر صدیق ؓ لکھا ہے، وہ حضرت عائشہؓ اپنے ابا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پانچ دس منٹ میں جا کر واپس آسکتی تھی، کوئی دوری نہیں، لیکن پھر بھی حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں گئی چونکہ شریعت کا حکم ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جاوے، ایسے غم کے حالات میں بھی حضرت عائشہؓ نے بغیر اجازت گھر جانا مناسب نہ سمجھا، اجازت ملی تب ہی گھر گئی، حالانکہ بہت نزدیک مکان تھا، حضرت عائشہؓ اپنے ابا جان حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر چلی گئی، حضرت عائشہؓ کی نیت یہ تھی کہ گھر جا کر والدین سے اس معاملہ کی تحقیق کرے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

﴿ ۲ ﴾

حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام

(قسط دوم)

اس بیان کے چیدہ

جواہر پارے

	☙
	☙
	☙
	☙
	☙
	☙
	☙

﴿ ۲ ﴾

حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام

(قسط دوم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًاوَّنَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّاِلَّا نَفْسَہٗ وَلَایَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًااَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَامُحَمَّدٍوَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ......

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ،وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ،اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُ وْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ،لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ○

(پ ۱۸، ع ۹، آیت ۲۶)

﴿ اپنے آپ کو برائی سے بچانا دنیا وآخرت میں عزت کا ذریعہ ہے ﴾

گزشتہ کل حضرت عائشہؓ کا واقعہ بیان کرنا شروع کیا تھا، اس واقعہ میں خاص بات یہ ہے کہ اگر ہماری بہنیں گناہ اور بُرائی سے اپنے آپ کو بچانے کا فکر کرے، اسی طرح بے حیائی اور بے شرمی اور ناجائز اور حرام تعلقات سے اپنے آپ کو بچائے، تو اللہ تعالیٰ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائے گا۔

حضرت عائشہؓ کو پہلے تو اس واقعہ کی خبر ہی نہیں تھی اور بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ

،جس کے متعلق غلط پروپیگنڈہ ہوتا ہے خود اس کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میرے متعلق یہ چرچے ہورہے ہیں اور یہاں بھی ویسا ہی ہوا۔

﴿حضرت عائشہؓ کا اپنے گھر جا کر خوب رونا﴾

حضرت عائشہ ؓ کو جب اس بات کی خبر ہوئی کہ میرے بارے میں غلط باتیں مشہور ہوئی ہیں، تو حضرت نبی کریم ﷺ کی اجازت لیکر اپنے ابا جان کے گھر چلی گئی، جب اپنے گھر گئی تو بہت رو رہی تھی، ابا اور اماں نے ان کے رونے کی وجہ پوچھی، حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور ان کی بیوی کو پہلے سے معلوم ہوگیا تھا، کہ ہماری بیٹی پر زنا کی تہمت لگی ہے ،خود والدین بھی اس کی وجہ سے بہت پریشان تھے، حضرت عائشہؓ نے گھر جا کر اپنی والدہ سے کہا کہ میری امی جان! لوگ میرے متعلق کیا کیا بات کر رہے ہیں؟ یعنی غلط بات کی افواہ پھیلا رہے ہیں، حضرت ام رومانؓ جو حضرت عائشہؓ کی والدہ ہے، انہوں نے تسلی دی کہ میری پیاری بیٹی عائشہ! صبر کرو، اطمینان سے رہو، کیونکہ تم جیسی عورت پر لوگ حسد کیا کرتے ہیں ،تم خوبصورت ہو، تمہارے شوہر نبی کریم ﷺ تم سے محبت فرماتے ہیں، اس لئے تم جیسی عورت کو پریشان کرنے والی بہت سی عورتیں تو ہو ہی جاتی ہے، اور یہ بھی دنیا کا عجیب معاملہ ہے، ہر خیر والے کے ساتھ حسد ہوتا ہے، جس کسی کو کچھ عزت، ترقی ملی لوگ حسد کرنے لگتے ہیں، بدنام کرنے کا فکر کرنے لگتے ہیں اس لئے بیٹی عائشہ! اس کے فکر میں نہ پڑو، خود بخود معاملہ صاف ہوجائے گا، اس طرح غلط بات مشہور کرنے والوں کی بات پر دھیان مت دو۔

﴿امی جان کی تسلی والی بات پر حضرت عائشہؓ کا جواب﴾

جب ام رومانؓ تسلی دے رہی تھی تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا، سبحان اللہ تعالیٰ امی جان! لوگ مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں، میں کب تک برداشت کروں؟ کب تک صبر کروں؟

حضرت عائشہؓ کی عجیب حالت

حضرت عائشہؓ رو ہی رو کر رہی ہے، پوری رات نیند نہیں آئی پوری رات رونے میں گزر گئی، صبح ہوئی پھر بھی رو رہی ہے، روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غم ناک تہمت کی وجہ سے حضرت عائشہؓ بے ہوش ہوگئی، ان کو کپکپی والا بخار ہوگیا، پورا دن رونے میں گزر گیا، نہ کھانے کی بات ہے اور نہ سونے کی بات ہے، بس رو ہی رو رہی ہے، آنسو رکنے کا نام نہیں، ایک پاک باز عفیفہ عورت پر جب تہمت لگے تو اس کو جو غم ہوتا ہے وہ اس طرح کا ہوتا ہے، پھر دوسری رات آئی، وہ بھی پوری رات رونے میں ہی گزر گئی، غرض دو رات اور پورا دن اس حال میں گزر گیا، نہ آرام، نہ چین بس رونا ہی رونا۔

اس سنگین موقع پر حضور ﷺ کا طرزِ عمل، مشورہ کی اہمیت

اس واقعہ کی وجہ سے خود نبی کریم ﷺ بھی بڑے غمگین تھے اور اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی بھی نازل نہیں ہو رہی تھی، جس سے حقیقت ظاہر ہو سکے اس لئے حضور ﷺ نے خاص خاص حضرات سے مشورہ شروع کیا، گھر کے خاص لوگوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے، مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے، سب سے پہلے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، حضور! ہمارے جانکاری کے مطابق حضرت عائشہؓ کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں، ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کا راستہ نکلے، آپ ان افواہ کی کوئی پرواہ نہ کرے، گویا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت عائشہؓ پاک ہے، ان سے اس طرح کا کوئی گناہ نہیں ہوا، تہمت لگانے والے جھوٹے ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے عجیب انداز سے حضرت عائشہؓ کے پاک ہونے کو بیان کیا، اس کو ایک نفسیاتی انداز کا علاج کہا جا سکتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اگر میں بھی وہ بات کہوں جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہی تو بات وہی کی وہی ہوگی اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کے

سامنے بات کا انداز بدل دیا، غم اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے شادی کے لئے آپ ﷺ کے لئے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، اگر افواہ کی وجہ سے آپ کی مبارک طبیعت پر اثر ہے تو دوسری بہت ساری عورتیں ہیں یعنی دوسری عورت سے آپ شادی کر سکتے ہیں اور اخیر میں ایک بہت اہم بات کہی کہ حضرت بریرہؓ جو گھر میں خدمت کرنے کے لئے آیا کرتی ہے، گھر کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہے، ان سے حقیقت معلوم کرلو، وہ صحیح بات بتادے گی، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو حضرت بریرہؓ سے پوچھ کر جو بات وہ بتادے وہ ماننے کے لئے تیار کرلیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اندازہ تھا کہ حضرت بریرہؓ حضرت عائشہؓ کے لئے صحیح رپورٹ دے گی، اس بات کو بتا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا بوجھ ہلکا کردیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی عمدہ تدبیر اختیار کی، حکمت بھرا طریقہ اپنایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود کو حضرت عائشہؓ کے معاملے میں سلامت رکھا اور آپ نے تہمت پھیلانے میں کوئی حصہ نہیں لیا، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی ایسی چیز ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے، وہ کھولی ہوئی حقیقت ہے۔

﴿گھر میں خدمت کرنے آنے والوں کا حال﴾

اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ گھر کی خادمہ گھروں کے رازوں کو جاننے والیاں ہوتی ہیں، ان سے حقائق معلوم کئے جاسکتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ گھر کی گھریلو اندرون کی باتیں خادماؤں اور خادموں کے ذریعہ پھیلتی ہے، اس لئے ان سے بڑا احتیاط برتنا چاہیے، دشمن لوگ، پیچھے پڑنے والے لوگ ان کے ذریعہ جاسوسی بھی کرواتے ہے، اس لئے ان پر اندھا اعتماد کرنے کے بجائے چوکنا رہنے کی بہت ضرورت ہے۔

﴿حضرت بریرہؓ سے سوال﴾

حضرت نبی کریم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ بہت پسند آیا اور حضرت بریرہؓ کو

بلوایا، اور سوال فرمایا:

بریرہ! بتاؤ تم کو حضرت عائشہؓ میں کوئی بات کبھی ایسی نظر آئی جس کی وجہ سے تم ان کو ان کے متعلق کسی برے کام کا شک بھی ہو؟

حضرت بریرہؓ نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی یعنی اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا، میں نے کبھی حضرت عائشہؓ میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان پر کوئی عیب لگایا جاسکے، یعنی حضرت عائشہؓ نیک، پاک دامن، بھولی، سیدھی سادی عورت ہے، ہاں! کم عمری اور بھولے پن کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ روٹی بنانے کے لئے آٹا گوندکر رکھ دیتی ہے اور ان کو نیند آجاتی ہے تو سو جاتی ہے تو کسی کی پالتو بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے، گویا حضرت بریرہؓ نے قسم کے ساتھ بتادیا کہ حضرت عائشہؓ پاک دامن ہے۔

جو بات صحیح ہو وہ ظاہر کرو

کتنی سچی بات حضرت بریرہؓ نے کہہ دی، میری بہنو! یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ کوئی کچھ بھی کہے کسی کی بات چاہے اور کیسی بھی چل پڑے لیکن جو بات صحیح اور سچی ہو اسی کو ظاہر کرنا ہمارا کام ہے، حضرت بریرہؓ نے سچی بات بیان کردی، اللہ تعالیٰ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی نیک توفیق عطاء فرمائے، حضرت نبی ﷺ کو پورا یقین اور اطمینان تھا، کہ حضرت عائشہؓ بالکل پاک ہے اسی لیے صحابہ کی ایک مجلس میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا" کہ میں میرے گھر والوں کے لیے خیر اور بھلائی جانتا ہوں۔

حضرت عائشہؓ کی حالت

اس طرح نبی کریم ﷺ نے مشورہ فرمارہے ہیں اور دوسری طرف حضرت عائشہؓ ابھی تک غم میں ہے، اماں کے گھر ان کی نیند حرام ہوگئی تھی، کھانا بھی بند ہوگیا تھا بس مسلسل

رو رہی ہے اس رونے کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو خطرہ ہوا کہ میرا کلیجہ کہیں پھٹ نہ جائے، چونکہ رونے کی اسی حالت میں دو رات گزر گئی تھی۔

﴿نبی کریم ﷺ کا خطاب منبر مبارک پر کھڑے ہو کر﴾

جب حضور ﷺ ان مشوروں سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا یعنی بیان فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کھڑے کھڑے ہی دینا چاہیے، یہ افضل طریقہ ہے، اگرچہ بیٹھ کر خطبہ دینے سے بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نکاح کا خطبہ بھی کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔

﴿آپ ﷺ کے ارشادات کا خلاصہ﴾

(۱) اگر میں عبداللہ بن ابی کو سزا دوں، اس تہمت والے واقعہ کی وجہ سے تو مجھے معذور سمجھنا یعنی سزا دی جاوے تو سمجھنا کہ یہ ضروری تھا، چونکہ معاملہ تہمت کا ہے، جو سنگین جرم ہے، لیکن قربان جاؤں نبی کریم ﷺ پر آپ نے اس طرح تہمت لگانے والے سب سے بڑے منافق کا نام اپنے بیان میں نہیں لیا، نام لئے بغیر سزا کی بات ارشاد فرمائی۔

(۲) آپ ﷺ کو اس تہمت والے واقعہ سے تکلیف ہوئی ہے۔

(۳) مجھ میں اور میرے گھر والوں میں خاص کر حضرت عائشہؓ میں خیر ہی خیر ہے۔

(۴) جس مرد صحابی کی طرف غلط کام کی نسبت ہوئی ہے یعنی حضرت صفوانؓ وہ بھی نیک ہے، بھلائی والے ہے۔

﴿حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی سعادت﴾

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ پر تہمت تو لگی، ان کو تکلیف تو ہوئی، لیکن یہ بھی ان کی سعادت کی بات ہے کہ مسجد نبوی کے منبر مبارک سے ان کے نیک ہونے کا خود نبی کریم ﷺ

اعلان فرمارہے ہیں۔

﴿خطبہ مبارک کا باقی مضمون﴾

(۵) آپ ﷺ کے فرمان میں یہ بات بھی تھی کہ حضرت صفوانؓ کبھی اکیلے میرے گھر نہیں آئے، کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے آئے تو بھی میرے ساتھ اور وہ بھی ظاہری بات ہے پردہ کے تمام ضوابط کے ساتھ گویا۔

آپ ﷺ نے اپنے بیان مبارک سے بھی حضرت عائشہؓ کے بارے میں اپنا خیال بتلایا کہ وہ تو خیر ہی پر ہے۔

﴿حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حال﴾

دوسری طرف جس نیک صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی طرف غلط نسبت کی جارہی تھی، ان کو جب پتہ چلا اس تہمت کا، تو ان کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا، ان کی تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی تھی، اس بات کو سن کر کہنے لگے، سبحان اللہ تعالی اس ذات (اللہ تعالی تعالی) کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آج تک میں نے کسی عورت کا ستر نہیں کھولا، غرض حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی قسم کھا کر اپنی پاک دامنی کا اعلان کردیا۔

﴿تسلی دینے کا ایک اور طریقہ﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ام رومانؓ دونوں حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تسلی دیتے رہتے تھے اور حضرت عائشہؓ کا رونا جاری ہی تھا، اسی دوران انصار کی ایک عورت گھر آئی اور گھر میں آنے کی اجازت مانگی اور اجازت ملنے پر گھر میں داخل ہوئی اور حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھ گئی اور اسی آنے والی عورت نے بھی رونا چالو کردیا گویا یہ رونا اس

عورت کی طرف سے تسلی تھی حضرت عائشہؓ کیلئے، یہ بھی تسلی دینے کا ایک انداز ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی مثالی خوش قسمتی

اس دوران کہ یہ چاروں یعنی حضرت عائشہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت ام رومانؓ، اور وہ انصاری عورت حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، پھر حضرت نبی ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لائے، یہ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لیے، کہ لوگ حضور ﷺ کو ملنے کے لیے حضور کے گھر جاتے ہیں لیکن یہاں حضور ﷺ خود حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ مکہ میں جہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مکان تھا، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا اس وقت بھی حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پر تشریف لے گئے اور وہاں سے ہجرت کے لیے روانہ ہوئے اور ایسی خوش نصیبی مدینہ میں بھی نصیب ہوئی، کہ مدینہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور مسجد نبوی میں آج بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان کی جگہ متعین ہے، وہاں عربی میں لکھا ہوا ہے "هٰذه خوخت سيدنا ابو بكرن الصديقؓ" اس جگہ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جھونپڑا تھا۔

آپ ﷺ کا حضرت عائشہؓ کے پاس ایک مہینہ کے بعد بیٹھنا

بہر حال حضرت نبی ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھ گئے عجیب بات، کہ تقریباً ایک ماہ ہو گیا تھا، حضور ﷺ کی طبیعت پر جب سے تہمت والی بات چل رہی تھی اتنا اثر تھا، کہ حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے نہیں تھے، صرف سلام اور مختصر خیر خیریت پوچھ کر تشریف لے جاتے، اس وقت حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کی بیوی وغیرہ سب بیٹھ گئے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی حضرت عائشہؓ سے خاص انداز سے بات چیت

پھر حضرت عائشہؓ پاس بیٹھ کر حضور ﷺ نے پہلے خطبہ پڑھا، اس سے سیکھنے کو ملا کہ ہر اہم کام کے موقع پر خطبہ یعنی اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی حمد تعریف اور صلاۃ وسلام پڑھنا چاہیے اور اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! مجھے آپ کے بارے میں اس طرح کی خبر ملی ہے (زنا کی تہمت) سنو! اگر تم پاک ہو اور تم نے یہ کام نہیں کیا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو ضرور بری کرے گا، تیری پاک دامنی کا اعلان کردیگا، پھر آگے فرمایا: اے عائشہ! اگر تجھ سے غلطی ہوگئی ہے تو، توبہ کرلو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو، اس لیے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے، توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

یہ بات حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی، حضرت عائشہ نے جب یہ سنا، تو ان کے آنسو بند ہوگئے، اور ایسا ہوتا ہے کہ جب انتہائی درجہ کا غم ہوتا ہے تب آنسو بھی رک جاتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی ابا جان سے درخواست

حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ کی بات سن کر فوراً اپنے ابا جان حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو کہنے لگی کے ابا جان! حضور کی بات کا جواب دو، ابا جان نے کہا کہ بیٹی! میں کیسے جواب دوں؟ خدا کی قسم کیا جواب دینا میں نہیں جانتا۔

حضرت عائشہؓ کی امی جان سے درخواست

حضرت عائشہؓ نے پھر اپنی امی جان سے کہا، کہ امی جان! حضور ﷺ نے جو بات پیش فرمائی اس کا آپ جواب دو، امی جان نے بھی کہا کے بیٹی! اللہ تعالیٰ کی قسم کیا جواب دینا میں بھی نہیں جانتی، میں کیا جواب دوں حضور ﷺ کو؟ جب ابا اور امی دونوں نے جواب

دینے سے معذرت کردی تو اب حضرت عائشہ ؓ کو خود جواب دینا ہے۔

﴿والدین نے جواب کیوں نہیں دیا﴾

لیکن اس جگہ ایک سوچنے کی بات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت ام رومان ؓ نے جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عائشہ ؓ درخواست کر رہی ہے، پھر بھی دونوں نے جواب دینے سے معذرت کردی، ایسا کیوں ہوا؟ حضرت ابوبکر ؓ کا مقام اور درجہ صدیقیت کا ہے، اس مقام کے تقاضہ سے آپ نے جواب نہیں دیا، دونوں اپنی بیٹی کو پاک دامن مانتے ہے، یقین ہے پاک دامنی کا، لیکن دونوں ظاہری حالات کے اعتبار سے جواب دینگے، کوئی بھی انسان جب کسی دوسرے کی تعریف کرتا ہے تو اپنے گمان اور خیال کے مطابق کرتا ہے، حقیقت تو ہر ایک کی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور کسی بھی انسان کے اندرون کا حال تو صرف اللہ تعالیٰ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ جواب دیتے تو اپنے خیال گمان اور جان کاری کے مطابق جواب دیتے، اسلئے آپ نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا، اس میں یہ بھی ہوسکتا تھا کہ کوئی یہ سمجھے کہ اپنی بیٹی کی طرف داری کر رہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا اگر ایسی بات جو میں نہیں جانتا وہ کہتا تو کونسا آسمان مجھ پر سایہ کرتا اور کونسی زمین مجھ کو پناہ دیتی۔

﴿ایک خاص نصیحت﴾

ہم کو اس سے ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ہم کسی کی تعریف کرے تو یوں کہے کہ میرے خیال کے مطابق اس میں یہ خوبی ہے، پورے یقین اعتماد کے ساتھ کوئی تعریف کی بات نہ کرے، اس لئے کہ دل کی بات اندرون کی بات تو صرف اللہ تعالیٰ تعالیٰ جانتے ہے۔ هو اعلم بمن اتقى

حضرت عائشہؓ کی غم کے وقت حکمت اور عقل بھری بات

اب حضرت عائشہؓ جو کم عمر کی لڑکی تھی، جواب دینے کے لیے پہلے سے کوئی تیاری بھی نہیں کی ہے، اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہے اس وقت تک میں نے زیادہ قرآن بھی پڑھا نہیں تھا، چونکہ ابھی عمر بہت کم تھی، حضرت عائشہؓ نے اپنے غم کو قابو میں کر کے جواب دینا شروع کیا اور بہت ہی فصیح و بلیغ اور بڑا پیارا جواب دیا کہا کہ حضور! آپ نے میرے بارے میں ایک بات سنی ہے اور وہ بات سنتے سنتے آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور تم نے اس بات کو سچ مان بھی لیا ہے یعنی جیسے کسی کی بات مان لی جاوے، اس کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا ہے وہ ہو رہا ہے یعنی عملی طور پر مان لیا ہے، اس لئے کہ تہمت کو جھوٹا سمجھتے تو تہمت لگانے والوں کی جھٹلاتے، اگر میں انکار کردوں کہ میں نے برا کام نہیں کیا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے، میں اگر سچی بات بتادونگی تو تم میری بات نہیں مانوں گے۔

اور اگر میں کہہ دوں، کہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی، تو آپ میری بات مان لوگے، جب کے میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا ہے، تو بس اس وقت میری مثال وہ ہے جو حضرت یوسفؑ کے ابا جان کی تھی، کہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے جھوٹی بات سنی تھی کہ دس بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے گئے اور سب نے مل کر حضرت یوسف کو کنوے میں ڈال دیا اور اپنے ابا کی نظروں سے ان کو دور کر دیا اور آ کر جھوٹی بات باپ کے سامنے بیان کردی کہ " فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ " کہ بھیڑیا اس کو کھا گیا "وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ " (پارہ ۱۲/ سورۂ یوسف/ آیت ۱۷) کہ اے ابا جان! ہم کھیل رہے تھے اور یوسف کو سامان کے پاس بٹھایا تھا، جنگل کا بھڑیا آیا اور یوسف کو کھا گیا جب یہ جھوٹی بات بھائیوں نے کہی تو اسکے جواب میں حضرت یوسفؑ کے ابا جان نے فرمایا: "فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ" کہ میں صبر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد

مانگتا ہوں، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کہ جو بات حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان نے فرمائی وہ بات میں کہتی ہوں، کہ میں صبر کرتی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتی ہوں، اتنا کہہ کر حضرت عائشہ مجلس سے چلی گئی اور پریشان ہو کر بستر پر جا کے سوگئی۔

حضرت عائشہؓ پر اس وقت ایسا غم تھا کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہیں آیا، اس لئے ''حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان'' ایسا کہا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہے خدا کی قسم میں پاک دامن ہوں اور مجھے یقین تھا کہ میرے پاک دامن ہونے کا اللہ تعالیٰ اعلان فرمادینگے، مجھے یہ اندازہ تھا کہ حضور ﷺ کو خواب وغیرہ کے ذریعہ بتادیا جاویگا کہ میں پاک دامن ہوں۔

﴿صبر جمیل﴾

اس آیت میں صبر جمیل کا لفظ آیا ہے، یہ ایسا صبر ہے کہ مصیبت پر کسی کے سامنے شکایت فریاد نہ کرے، جس کی طرف سے تکلیف پہنچی اس سے بدلہ لینے کے چکر میں نہ رہے، اس کو معاف کر دیوے، مصیبت کو بڑھا چڑھا کر لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے، مصیبت پر لوگوں کے سامنے بلا وجہ شور وغل نہ کرے۔

﴿اللہ تعالیٰ کی نوازش بندے کے گمان سے بڑھ کر﴾

حضرت عائشہؓ فرماتی ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ میرے بارے میں وحی نازل ہوگی، قرآن میں آیتیں اتریں گی۔ میں اپنے آپ کو بہت کم درجہ سمجھتی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم ابھی تو حضور ﷺ اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں، اور گھر میں اس وقت جتنے لوگ تھے ان میں سے کوئی بھی گھر سے نکلا نہیں اور قرآن اترنا شروع ہوا۔

﴿حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی بذریعہ وحی﴾

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن مجید کی آیتوں کو لے کر حضور

کے پاس بھیجا اور براء ۃ کی آیتیں حضور کو سنائی، سخت سردی کے موسم میں حضور ﷺ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے اور جب حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن لے کر تشریف لاتے تھے، حضور ﷺ کی بدن کی کیفیت عجیب ہو جاتی تھی، گرمی ہونے لگتی اور چہرہ مبارک پسینے اور پانی کے قطروں سے بھر جاتا تھا، اور ایسے موقع پر عام طور پر حضور ﷺ اپنے چہرے مبارک پر کپڑا ڈال دیا کرتے تھے، بہر حال حضرت عائشہؓ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے کئی آیتیں اتاری یعنی "اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ، لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ (پ ۱۸/ع ۸/آیت ۱۱/) سے شروع ہو کر اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (پ ۱۸/ع ۹/آیت ۲۶) پر ختم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی وقت یہ آیتیں نازل فرمائی۔

﴿نورانی چہرہ﴾

وحی کے اتر چکنے کے بعد حضور ﷺ جب اپنے چہرے مبارک سے کپڑا اٹھاتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ جیسے کالے بادلوں کے بیچ میں سے چودویں رات کا چاند نکل کر سامنے آیا ہو پھر حضور نے مسکراتے ہوئے خوش خبری دی اور پہلی بات جو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ: "ابشری یا عائشة "اے عائشہ خوش ہو جاؤ " اما الله تعالی فقد ابرآک " اللہ تعالیٰ نے تیرے پاک ہونے کا قرآن میں اعلان فرما دیا، کہ عائشہ پاک ہے اور اس پر تہمت لگانے والے تمام جھوٹے ہیں اور ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت اور عذاب ہے، جب یہ خبر اللہ تعالیٰ کے رسول نے سنائی تو خوشی کا ایک ماحول ہو گیا، ابا جان اور امی نے کہا بیٹی عائشہ کھڑی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نبی کا شکریہ ادا کرو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا، کہ اللہ تعالیٰ قسم میں اس معاملے میں کسی کو کچھ نہیں کہوں گی

میں صرف میرے اللہ تعالیٰ کا احسان مانتی ہوں اور اسی کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میرے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میرے پاک ہونے کا اعلان قرآن میں فرما دیا۔

حضرت عائشہؓ کے لئے بڑی سعادت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ مجھے یقین تھا، کہ میں پاک ہوں اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور میرا خدا میرے پاک ہونے کا اعلان ضرور کرے گا لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھے اتنا بڑا درجہ ملے گا، اتنی ساری آیتیں اللہ تعالیٰ میرے پاک ہونے کے بارے میں قرآن میں نازل کرے گا اور اس کو لوگ قیامت تک پڑھتے رہیں گے اور مجھ پر تہمت لگانے والوں کو لوگ قیامت تک ناراضگی سے یاد کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کو یہ کتنا بڑا مقام عطا فرما دیا۔

پاک دامن عورت پر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت ہوتی ہے

میری بہنو! ایک عورت ذات جب اپنے آپ کو گناہ سے بچائے تو اللہ تعالیٰ تعالیٰ اپنے غیبی طاقت سے اس کی نصرت اور مدد فرماتے ہیں۔

تہمت لگانے والوں کی اسلام میں سزا

براءۃ کی آیتوں کے اترنے کے بعد حضور ﷺ نے تہمت کی سزا جاری فرمائی ،جس میں عبداللہ تعالیٰ ابن ابی جو تہمت لگانے میں سب سے آگے تھا، اصل وہی تہمت کو گھڑنے والا تھا، حضور ﷺ نے اس کو تہمت کی سزا لگوائی، ہمارے مذہب میں کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانے کی بہت خطرناک سزا آئی ہے، کہ کوئی کسی پر تہمت لگائے اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہو تو اس طرح تہمت لگانے والے کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جاتے ہے یہ قرآن کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً " کہ ایسوں

کو، اسّی، (۸۰) کوڑے مارے جائے " وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا "اور ان کی گواہی ہمیشہ کے لیے کسی کام میں قبول نہیں ہوگی، اگر وہ چاند دیکھ کر بھی آئے تب بھی اس کی گواہی قبول نہ ہوگی کہ تم تو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہو، بہر حال حضور ﷺ نے عبداللہ ابن ابی منافق کو ڈبل سزا لگائی اس لیے کہ وہ شروعات کرنے والا تھا، اس کے علاوہ دو مسلمان صحابہ حضرت حسان ؓ اور حضرت مسطح ؓ کو اسی طرح ایک صحابی عورت حضرت حمنہ کو ان تینوں کو بھی حضور نے تہمت کی سزا میں اسّی اسّی (۸۰،۸۰) کوڑے لگوائے، اگرچہ وہ مسلمان تھے پھر بھی ان کو کوڑے لگائے گئے اب پورے مدینہ میں اس بات کا اعلان ہو گیا کہ حضرت عائشہؓ پاک دامن ہے اور تہمت لگانے والے سراسر جھوٹے ہیں۔

﴿چند اہم ہدایات﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ "(پارہ ۱۸/ سورۂ نور/ آیت ۱۱) تہمت لگانے والی ایک چھوٹی سی جماعت ہے تم میں سے " لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ " اس تہمت لگانے کو برا مت سمجھو بلکہ "هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" یہ تو تمہارے لیے بڑی اچھائی کی بات ہو گئی، کہ جس سے حضرت عائشہؓ کا مقام و مرتبہ بلند ہو گیا اور ان کی اس پاک دامنی کو لوگ قیامت تک قرآن میں پڑھتے رہیں گے۔ اور دوسرا ارشاد لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (پارہ ۱۸/ سورۂ نور/ آیت ۱۱) جن لوگوں نے اس بہتان میں جتنا حصہ لیا اتنا اس کو تہمت میں حصہ لینے کا گناہ ہوگا۔

﴿کل چار طرح کے لوگ تھے﴾

(۱) جس نے تہمت گھڑی اور اس کو چلتا کر دیا، لوگوں میں پھیلا دیا اس کو سب سے زیادہ عذاب۔ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ،، کہ جس ظالم (عبداللہ

تعالیٰ ابن ابی) نے اس تہمت کی شروعات کی تھی اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے دنیا اور آخرت میں، کہ آخرت میں جہنم کی سزا ہے۔

(۲) جنہوں نے اس تہمت کو سن کر اس کو مان لیا، ان کا دوسرے نمبر کا گناہ۔

(۳) جو لوگ اس تہمت کو سن کر چپ رہے، خاموش رہے، ان کا گناہ تیسرے نمبر کا۔

(۴) اور جنہوں نے اس تہمت کو سن کر صاف کہہ دیا کہ یہ خبر جھوٹی ہے، وہ اچھے لوگ ہیں، یہ وہ خوش نصیب افراد ہیں، جنہوں نے اس بات کو سن کر صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔

ایک خاص نصیحت

اس کے بعد آگے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایک خاص نصیحت ہے جو ہم سب کو دھیان رکھنے کی ہے وہ نصیحت یہ ہے اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرماتے ہے " لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ " (پارہ۱۸ سورۃ نور آیت ۱۲) قاعدے کی بات بتادی کہ جب تم کوئی ایسی خبر تہمت جیسی بات سنو، تو فوراً یہ کہہ دینا چاہیئے کہ یہ بات جھوٹی ہے، اس لیے میری بہنو! اس طرح کی کوئی بھی تہمت کی بات تم سنو تو بات کو رد کر دینا جھٹلا دینا ضروری ہے۔

دوسرے پر تہمت لگانا اپنے پر تہمت لگانا ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے آگے کتنی پیاری بات فرمائی "بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ" اس میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر تہمت لگائے تو وہ کسی دوسرے پر تہمت نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنی ذات پر ہی تہمت ہے، تمام مسلمان مرد عورت آپس میں بھائی بہن ہے اگر ایک بہن نے دوسری بہن پر تہمت لگائی تو وہ گویا تو نے تیرے ہی

ذات پر تہمت لگائی اور تو یہ سمجھتی ہے کہ میں نے دوسری عورت پر تہمت لگا کر اس عورت کو ذلیل ورسوا کر دیا ایسا نہیں ہے تو نے خود کو ذلیل اور رسوا کر دیا و قالوا ھذا افک مبین یعنی ایسی تہمت کو صاف لفظوں میں رد کر دو۔

﴿بہت ضروری بات﴾

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے متعلق نیک اور اچھا گمان رکھے، بدگمانی نہ کرے بلکہ کوئی دوسرا انسان ہمارے مسلمان بھائی پر تہمت لگا وے اور تہمت لگانے والے کے پاس کوئی شرعی ثبوت نہ ہو تو اس کی تہمت اور الزام والی بات کو رد کر دیوے اور کہہ دیوے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، وہ مسلمان ایسا نہیں ہے، یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، ایک مسلمان کو بدنامی اور رسوائی سے بچانا یہ بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔ لَوْلَا جَاءُوْا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ (پارہ ۱۸ رسورۂ نور آیت ۱۳) جب تہمت لگانے والوں نے غلط بات چلائی تو مسلمانوں کو ضروری تھا کہ ان سے گواہ مانگتے، شریعت کا قانون ہے کہ کسی معاملہ کو ثابت کرنے کے لئے دو گواہ چاہیے لیکن زنا کے ثابت کرنے کیلئے چار گواہ۔ حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس میں ایک مرد اور ایک عورت ہوتی ہے اسلئے ہر ایک کی طرف سے دو دو ملا کر کل یہ چار گواہ ہونا ضروری ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ کا فضل تہمت لگانے والے تین صحابہ پر﴾

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ "(پارہ ۱۸ رسورۂ نور آیت ۱۴) یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگئی کہ جو مسلمان بھولے پنے میں اس تہمت میں شامل ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا اور ان کو صرف اسّی اسّی کوڑے مارے گئے اور ان کو

معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ اگر اللہ تعالیٰ تعالیٰ ان کو معاف نہ کرتا تو ان کو بھی بہت بڑا عذاب آ کر پکڑ لیتا اور خدا کے عذاب کی پکڑ میں وہ لوگ بھی پھنس جاتے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو مسلمان حضرت عائشہؓ پر تہمت میں شریک ہو گئے ان کو اللہ تعالیٰ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تمہارا گناہ بہت بڑا تھا، دنیا و آخرت میں سزا اور عذاب آ سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا، ایمان کی برکت، حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی برکت تم کو توبہ کی سچی توفیق ہو گئی اور اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور مغفرت کا وعدہ فرمایا، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کبھی بھول سے کسی بھی مسلمان پر تہمت لگا دیوے تو اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگ لو اور اس مسلمان سے بھی معافی مانگ لو اور بات کو صاف کر لو۔

﴿اپنی پاکی اور بزرگی جتانے کی چیز نہیں﴾

میری بہنو! اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرماتے ہیں "فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى" (پارہ ۲۷ / سورۃ نجم / آیت ۳۲)

ترجمہ: تم اپنے آپ کو پاکیزہ نہ ٹھراؤ، وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

ہمیشہ اس آیت کو سامنے رکھنا، ہماری بہت ساری بہنیں اپنی نیکی، اپنی عبادت، دوسروں کے سامنے فخر کے ساتھ بتلاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے خاطر ذکر کرنا الگ بات ہے اور فخر سے بتلانا کہ میں اتنی نیک ہوں اور اتنی ساری عبادت کرتی ہوں وغیرہ، یہ اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے "فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى" اپنے آپ کو سب کے سامنے پاک مت بتلاؤ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کہ تمہارے اندر کتنا تقویٰ ہے اور کتنی پرہیزگاری ہے۔

﴿جس بات کی حقیقت معلوم نہ ہو اس کو کبھی بولنا نہیں چاہیے﴾

آگے اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرماتے ہے "اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ

بِاَفْوَاهِكُمْ مَّالَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا، وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ " (پارہ ۱۸ر سورۂ نور رآیت ۱۵) کہ تم تہمت کی بات اپنی زبان سے بول رہے تھے، ایسی گندی بات کہ اس کی تم کو کوئی خبر نہیں تھی اور نہ اس کی کوئی حقیقت تم جانتے تھے، وہ تم ایک دوسروں کے سامنے نقل کر رہے تھے اور اس کو بالکل ہلکا اور آسان سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے یہاں اس کا گناہ بڑا خطرناک ہے، آج بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو ہلکا اور آسان سمجھ رکھا ہے، اس لئے کسی بھی گناہ کو ہلکا نہ سمجھو، خاص کر جس کے ذریعہ دوسرے مسلمان کی آبرو برباد ہو رہی ہو، اس سے خود کو بچاؤ۔ میری بہنو! جس بات کی حقیقت ہم کو معلوم نہ ہو ایسی بات کبھی بھی اپنی زبان سے مت نکالو، آج ہم کتنی باتیں بلا تحقیق کہہ بول دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ایسی باتیں زبان سے بولنا یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت خطرناک ہے اس کا بہت گناہ ہے، بلکہ میں تو آپ سے کہتا ہوں، کہ اگر کوئی گندی چیز یا ایسی بات اپنی آنکھ سے دیکھے بھی تو تب بھی یہ سوچو کہ میری آنکھ غلط دیکھ رہی ہے، میری مسلمان بہن یا میرا بھائی یہ غلط کام نہیں کر سکتا۔

﴿حضرت ابوایوب ﷛ اور ان کی بیوی کی بات اللہ تعالیٰ تعالیٰ کو بہت پسند آئی﴾

اب آگے اللہ تعالیٰ تعالیٰ کا فرمان ہے " وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ " (پارہ ۱۸ر سورۂ نور رآیت ۱۶) کہ جب تم نے یہ گندی بات سنی تھی اس وقت تم کو اپنی زبان سے یہ کہنا تھا، ہم تو یہ گندی بات کسی کے سامنے نہیں بولیں گے ہم حضرت عائشہؓ کو پاک دامن سمجھتے ہیں۔

جب یہ بات حضرت ابوایوب انصاری ﷛ اور ان کی بیوی تک یہ بات پہنچی تو ان دونوں نے سب کے سامنے کہہ دیا کہ یہ بات غلط ہے، حضرت عائشہؓ سے یہ کام ہو ہی نہیں سکتا ہے، حضرت ابوایوب انصاریؓ اور ان کی بیوی کی یہ بات بہت ہی اچھی رہی اور ایسے بھی

یہ دونوں میاں بیوی بہت خوش نصیب تھے کہ وہ حضرت نبی ﷺ کے مدینہ میں میزبان تھے، آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖٓ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ" (پارہ ۱۸/سورہ نور/آیت ۱۷) اللہ تعالیٰ تعالیٰ نصیحت کرتے ہیں، اب کبھی بھی غلطی نہ کرنا، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت صاف لفظوں میں فرمادیا کہ اب نبی کی بیوی پر اس طرح کی تہمت ہرگز نہ لگانا بلکہ کسی بھی مسلمان عورت پر اس طرح کی تہمت مت لگانا۔

﴿کسی پر تہمت بھی نہ لگاؤ اور بدگمانی بھی مت کرو﴾

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ "(پارہ ۱۸/سورۂ نور/آیت ۱۹) جولوگ ایسی بے حیائی کی باتیں مسلمانوں میں مشہور کرنے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿بری خبروں کو مشہور کرنا بھی برا ہے﴾

آج بہت سے لوگوں نے اپنی زندگی کا کام یہ بنالیا ہے کہ وہ غلط باتوں کو پھیلاتے رہتے ہیں، گندی اور برائی کی خبروں کو مشہور نہ کرنا چاہیے، آج اخبارات اور ٹی۔وی چینل اور انٹرنیٹ پر زنا یا زنا بالجبر، قتل، حملہ، ڈاکہ زنی، کی خبریں روزانہ مشہور کی جاتی ہیں، بلکہ بعض لوگوں کے ناجائز تعلقات کو خاص انداز میں مشہور کیا جاتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں تو وہ گندی چیزیں ان کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتی ہیں اور برا کام ان کی سوچ میں ہلکا اور معمولی ہو جاتا ہے اور نفس میں ہیجان اور شہوت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور گناہ اور برائیاں اس سے بڑھتی ہے، اس لئے اس قسم کی خبروں کو نہ پھیلایا جائے، اس میں پورے معاشرہ کی بھلائی ہے۔

﴿گندی خبروں کے لئے احتیاط﴾

آج ہمارا حال یہ ہے کہ اس طرح بری بات سن کر خاموش رہتے ہیں اور دل میں بدگمانی کرنے لگتے ہے کہ فلانی نے ایسا کیا وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح بدگمانی کرنا بھی سنگین گناہ ہے اس گناہ کو گناہِ کبیرہ بتایا ہے، اللہ تعالیٰ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" (پارہ ۲۶ر سورۂ حجرات ر آیت ۱۲) کہ لوگو! بدگمانی کرنے سے بچو ایک بہن دوسری بہن کے بارے میں گندے خیال اور ایک مرد بھی دوسرے مرد کے متعلق بدگمانی کرنے سے اپنے آپ کو بچائے اس لیے کہ بدگمانی کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔

﴿بدگمانی شیطانی چکّر ہے﴾

اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرماتے ہے کہ یہ سب شیطانی چکر تھا "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ" (پارہ ۱۸ر سورۂ نور ر آیت ۲۱) کہ یہ شیطان کا چکر تھا اس چکر میں تم مت آؤ! یہ شیطان کی عادت ہے "فَاِنَّہٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ" جو شیطان کی باتوں کو مانے گا، شیطان تو بے حیائی اور برائی کی باتیں سکھلاتا ہے۔

﴿پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں﴾

آگے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی بات ارشاد فرمائی "اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ" (پ ۱۸ ع ۹ ر آیت ۲۳) کہ جو لوگ پاک دامن عورت پر تہمت لگاتے ہیں اور وہ عورت ایمان والی ہے اور ان کاموں سے بے خبر ہے ایسی عورتوں پر جن لوگوں نے تہمت لگائی ان پر دنیا

اور آخرت میں لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کیسی خطرناک بات اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے بیان فرمادی، میری بہنو! اللہ تعالیٰ تعالیٰ ایسی لعنت سے ہماری حفاظت فرمائے، لعنت جس پر آتی ہے، وہ دنیا و آخرت میں برباد ہوجاتا ہے، حضرت عائشہؓ کے متعلق پاک دامنی کا اعلان ہو جانے کے بعد بھی جو لوگ ابھی تہمت کو سچا مانتے ہیں، حقیقتاً وہ منافق ہی ہے، ان کے لئے دنیا و آخرت میں لعنت ہے، آج بھی جو لوگ حضرت عائشہؓ پر تہمت کو سچا مانتے ہے وہ کافر ہے، اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

﴿ایمان والی عورتوں کی ایک خوبی﴾

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ "(پ۱۸ع۹ر آیت۲۳) اس آیت میں ایمان والی عورت کی ایک خوبی غافلات بتائی گئی ہے، جو مسلمان عورتیں زنا کے کام سے اور اس کے ارادے سے بھی بے خبر ہیں، دور ہیں، خود کو بچائے ہوئے ہیں، وہ اچھی عورتیں ہیں، پہلے حدیث میں بھی سن لیا کہ حضرت عائشہؓ کو بھولی بھالی عورت کہا گیا، ایک مؤمنہ عورت سیدھی سادی بھولی بھالی ہوتی ہے، میرے مرشد ثانی شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی بخاری شریف کے درس میں فرماتے ہیں کہ جو عورتیں زنا وغیرہ کے کام میں مبتلا ہوتی ہیں، وہ بہت R/R/ ہوتی ہے، اس طرح کے گندے کام اور اس کے لوازمات، مقدمات، مبادیات (یعنی زنا کی شروعات جن چیزوں سے ہوتی ہیں) یہ ایک مؤمنہ عورت کو زیبا نہیں دیتے، یہ جتنی بھی آیتیں بتائی گئی اس میں اللہ تعالیٰ نے خاص خاص نصیحت بیان فرمائی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا اہم احسان ہے، ہمیں اب ان پر عمل کرنا چاہیے۔

﴿لوگوں کے گناہوں کو مت اچھالو﴾

میری بہنو! آج ہم دوسرے لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر اس کو بہت اُچھالتے ہیں

یہ بہت بری بات ہے، اپنا فکر کرو، خود کو گناہوں سے بچانے کا فکر کرو اور دوسروں کو سمجھا کر گناہ سے بچانے کا فکر کرو۔

﴿آپ ﷺ کا حضرت زینبؓ سے سوال کرنا﴾

بخاری شریف کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں حضرت زینبؓ سے بھی سوال کیا کہ عائشہ کے متعلق ان باتوں میں تم کیا جانتی ہو، حضرت زینبؓ نے قسم کھا کر جواب دیا کہ اللہ تعالی تعالی کی قسم حضرت عائشہ میں خیر ہی خیر ہے۔

﴿بڑی نصیحت کی بات﴾

حضور ﷺ کی بیویوں میں ایک حضرت زینبؓ ہی ایسی ہے جو خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے برابری کرسکتی ہے اسلئے کہ وہ حضور ﷺ ہی کے خاندان سے تھی، پھوپھی زاد بہن تھی، اور خوبصورت بھی تھی، لیکن انہوں نے صحیح سچی بات کہہ دی، حضرت علیؓ، حضرت اسامہؓ، حضرت بریرہؓ نے بھی صحیح سچی بات کہہ دی۔ اور حضرت زینبؓ کی بہن حضرت حمنہؓ اپنی بہن کے خاطر تہمت والے معاملہ میں آ گئی۔

﴿دو خاص باتیں﴾

یہاں دو باتیں خاص سمجھ کر عمل کرنے کی ہے، کسی بہن کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ وہ سچی ہے تو محض دشمنی نکالنے کے لئے صحیح اور حق بات کو غلط نہیں بتانا چاہیے، بعض لوگ دشمنی نکالنے کے موقع کی تلاش میں رہتے ہے اور سامنے والے کے متعلق کوئی موقع ملتا ہے تو غلط باتیں پھیلانے میں لگ جاتے ہیں، ایسا نہ ہونا چاہیے، کسی انسان سے کسی وجہ سے ناراضی ہو جاوے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس کی دشمنی میں اندھے ہو کر غلط باتیں پھیلانے لگے، قرآن مجید میں اللہ تعالی تعالی فرماتے ہیں وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا

تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (پارہ ۶ ر ع ۶ / آیت ۸)

دوسروں کے خاطر خود کی آخرت کو برباد نہ کرے

بعض مرتبہ لوگ دوسروں کے لئے اپنی آخرت برباد کرتے ہے، کوئی اپنا بڑا ہے تو اس کو راضی کرنے کے لئے دوسروں پر ظلم و زیادتی کر کے خود کی آخرت برباد کرتے ہے، ایسا نہ ہونا چاہیے، بعض مرتبہ کسی امیر یا بڑے ذمہ دار کے ماتحت لوگ اپنے بڑے کو راضی کرنے دوسروں کی برائی کرنے لگتے ہیں، دوسروں پر ظلم کرنے لگتے ہیں، حالانکہ بہت سی مرتبہ وہ بڑا خود ان سے شفقت نرمی محبت کرتا ہے، لیکن یہ نیچے کے لوگ دوسروں سے بد سلوکی کرنے لگتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے۔

حضرت صفوان ؓ کا حسن خاتمہ

بخاری شریف کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صفوان ؓ کو اللہ تعالی نے حسن خاتمہ کی دولت سے نوازا، ایک قول کے مطابق ۱۹/ ہجری میں آرمنیہ میں اللہ تعالی کے دین کے خاطر جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے، ان کی اللہ تعالی کے راستہ کی اچھی موت یہ بھی ایک علامت ہے کہ وہ نیک اور پاک دامن تھے، اسلئے کہ کوئی آدمی کوئی غلط کام کرتا ہو تو اس کو کبھی حسن خاتمہ اور شہادت جیسی نعمت نصیب نہیں ہوسکتی تھی، اچھی زندگی گزارنے والوں کو اچھی موت نصیب ہوتی ہے۔ اللهم ارزقنا منه۔ اللہ تعالی ہم سب کو اپنے اپنے وقت پر ایمان پر حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

یہ بہترین قصہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اللہ تعالی ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (اس کی اور دو آیتیں باقی ہے جس میں خاص نصیحت ہے اس کو انشاء اللہ تعالی آئندہ کل بیان کریں گے)

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

﴿۳﴾

حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام

(قسط سوم)

اس بیان کے چندہ

جواہر پارے

	☙
	☙
	☙
	☙
	☙
	☙
	☙

﴿۲﴾

حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام

(قسط سوم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًاوَّنَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّاِلَّا نَفْسَہٗ وَلَایَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًااَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَامُحَمَّدٍوَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ......

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ،وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ،اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ،لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ.

(پ۱۸/ع۹/آیت۲۶)

﴿مجاج اور طبیعت﴾

بات چل رہی تھی حضرت عائشہؓ کے متعلق،حضرت عائشہؓ کا پورا واقعہ آپ کو سنایا گیا اور ان کے متعلق جو آیتیں قرآن میں اتاری گئی وہ بھی سنائی گئی،میری بہنو! ان آیتوں میں ہمارے لیے چند عبرت کی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، میں اس کو بیان

کردوں، بہت ہی زبردست اور ایک فطری قانون اللہ تعالیٰ نے اس میں بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

اگر کسی بہن کی زندگی میں نیکی اور اچھائی ہوتی ہے اور شریعت کے حکم پر وہ بہن چلنے والی ہوتی ہے، اسی طرح وہ بہن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کو پورا کرنے والی ہوتی ہے، تو اس کا ذہن، اس کی سوچ بھی پاکیزہ ہو جاتی ہے تو وہ فطری طور پر، ایسے ہی نیک اور شریعت کے پابند مرد سے شادی کرنا پسند کرتی ہے، اگر کسی بہن کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے تو وہ بہن بھی شادی کے لیے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے، اسی طرح اگر وہ بہن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنتوں سے محبت کرتی ہے، تو وہ ایسے سنت کے پابند مرد کے ساتھ شادی کرنا پسند کرے گی، اگر کسی بہن کا (character) اچھا اور پاکیزہ ہوتا ہے تو وہ شادی بھی ایسے ہی اچھے 'کریکٹر' اور اچھے اخلاق والے مرد سے کرنا پسند کرے گی، اسی طرح اگر کسی بہن نے اپنی زندگی کو بدفعلی اور زنا کاری سے بچایا ہو اور اپنے آپ کو گناہ سے بچایا ہو، تو شادی بھی ایسے مرد کے ساتھ پسند کرے گی جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا ہو۔

غرض یہ کہ اگر کسی بہن نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا ہے، نیک صالحہ ہے، اچھی لائن پر چلتی ہے، تو اس کی پسند بھی اچھے اور نیک مرد کے تلاش میں ہوتی ہے۔ لیکن اگر کسی بہن کی زندگی خراب ہو، اس کی لائن خراب ہے تو وہ بہن ایسے ہی گندے اور گناہ کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے اس کا دل اور اس کی طبیعت ایسے ہی مرد کے ساتھ لگتی ہے۔

﴿ایک عجیب فطری قانون﴾

بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک عجیب فطری قانون بیان فرمایا ہے، کہ انسان کی رغبت اور اس کی چوئس Choice اور پسند بھی اپنے جیسے کی طرح ہوتی ہے، اگر

خود اچھی ہے، تو پھر اس کی پسند بھی اچھی اور نیک ہوتی ہے اور اگر وہ خراب ہے تو اس کی پسند بھی ایسے ہی خراب مردوں کی طرف ہوگی۔

اور عجیب بات یہ، کہ جیسی تلاش ہوتی ہے ویسا ہی ملتا ہے، اس آیت میں ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق اور نصیحت ہے، میری بہنو! اللہ تعالیٰ نہ کرے اگر ہمارے اخلاق، عادات خراب ہوگئے تو پھر ہمارا دل یہ چاہتا ہے، کہ ایسے ہی مرد کے ساتھ شادی کرے۔

اس لیے جن بہنوں کی زندگی میں نماز، پردہ اور دین داری ہے وہ ایسے ہی دین دار شوہر کو تلاش کرتی ہے، جو بہن اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے زندگی گزارتی ہے وہ ایسا ہی چاہتی ہے کہ مجھے بھی ایسا شوہر ملے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہو اور جس عورت کی زندگی فیشن والی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہے، وہ ایسا ہی فیشن پرست آوارہ آزاد شوہر کی تلاش کرتی ہے اسی طرح جس کی زندگی میں پردہ نہیں ہے، وہ ایسا ہی سوچتی ہے کہ مجھے شوہر ایسا ملے کہ جس کے چہرے پر شرعی ڈاڑھی نہ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف لباس پہننے والا ہو۔

﴿جوڑا بھی چاہت کے مطابق ملتا ہے﴾

اس لیے جیسی تمہاری چاہت ہوگی ویسی تمہاری زندگی ہوگی اور اسی کے مطابق Life partner جوڑا تلاش کیا جاتا ہے، اور ویسا ملتا بھی ہے۔

اور ہم رات دن دنیا میں دیکھتے ہیں اور ایسے قصے سامنے آتے رہتے ہیں، ہماری بہت ساری بہنیں ڈاڑھی والا شوہر دیکھ کر اس سے شادی کرنے سے انکار کرتی ہے، اسی طرح اگر کوئی دین دار ہے، کرتا، ازار اسلامی لباس پہنا ہوا ہوتا ہے تو ہماری بہن یہ سوچ کر شادی سے انکار کرتی ہے، کہ اگر اس کے ساتھ میں شادی کرونگی تو مجھے بھی دین دار بننا پڑے گا، پردہ کرنا پڑے گا، یہ خیال کر کے شادی کرنے سے انکار کر دیتی ہے، کیونکہ بہت ساری ہماری

بہنیں شریعت پر عمل کرنے کو قید خانہ سمجھتی ہے، بس ہم کو تو ایسا شوہر چاہیئے کہ جو ہم کو فیشن والی زندگی گزارنے دے، بغیر پردے ہم کو تفریح میں لے جائے اور ہمارے لیے t.v.-v.d.o اور انٹرنیٹ وغیرہ خرید کرلا کر دیوے۔

جو شوہر اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کرے وہ تم کو کیسے راضی کرے گا

میری بہنو! جیسی سوچ ایسی پسند، لیکن ایک بات قاعدے کی یاد رکھو، بہت کام آئے گی یہ بات خاص کر میں اپنی کنواری بہنوں کو کہتا ہوں، کہ اگر تم نے ایسا فیشن پرست شوہر پسند کیا کہ جس کی زندگی بے کار گزر رہی ہو اور اس کے چہرے پر ڈاڑھی نہ ہو، وہ آوارہ پھرتا ہو، آزاد زندگی گذارتا ہو، شریعت کے قانون پر عمل نہ کرے تو وہ شوہر جو اللہ تعالیٰ کو کو راضی نہیں کرتا وہ بیوی کو کیسے راضی کرے گا۔۔؟ جو اپنے پیدا کرنے والے کو راضی نہیں کرتا وہ ہونے والی بیوی کو کیسے راضی رکھ کر سکتا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانتا ہے وہ اپنی بیوی کا کیا حق ادا کرے گا؟ یہ بہت بڑا Point آپ کو سوچنے کے لیے دیا ہے، اس کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا، کہ **جو شوہر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا غدار ہے، وہ کبھی بھی بیوی کا وفادار نہیں ہو سکتا ہے۔**

جو رزق دینے والے اللہ تعالیٰ سے وفاداری نہیں کرسکتا وہ اپنی بیوی سے وفاداری نہیں کرسکتا ہے؟ چاہے شادی سے پہلے کتنے ہی بناوٹی اور دھوکے کے کتنے بھی جھوٹے وعدے پھنسانے کے لیے کر گیا ہو۔

شادی سے پہلے ہونے والے وعدوں پر ایک لطیفہ

بعض نوجوان شادی سے قبل لڑکیوں سے ناجائز تعلقات قائم کرتے ہیں Affair اور لفنگے بازی ہوتی ہے، اس وقت وہ لڑکا اس لڑکی کو پھنسانے کے لیے عجیب عجیب ناممکن چیزوں تک کے وعدے کرتا ہے، بعض مرتبہ کہتا ہے، تیرے لئے تو میں آسمان

کے تارے توڑ کرلاؤں گا, تو میں نے اس پر کہا کہ شادی کے بعد تارے کی ضرورت نہیں، تیل کا ڈبہ وقت پر لاتے رہنا تو کافی ہے،کوئی کہتا ہے تیرے لئے تاج محل بناؤ ں گا،ارے بھائی!شادی کے بعد ایک سادہ سیدھا فلیٹ یا مکان کا بیوی کے لئے انتظام کردینا کافی ہو جائے گا۔

﴿ناجائز تعلقات،Love پر ایک نکتہ﴾

ہمارے نوجوان بھائی بہن شادی سے پہلے کسی اجنبی مردعورت سے ناجائز محبت کرتے ہے،Love میں پڑتے ہے اور جیسا آپ کو معلوم ہے، منگنی ہو جاوے،رشتہ طے ہو جاوے، پھر بھی نکاح سے پہلے تو وہ لڑکی پرائی ہی ہے،اس سے تعلق رکھنا گناہ ہے،ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ Love After No Love Before Marriage But Marriage محبت شادی سے پہلے نہیں،شادی کے بعد ہونی چاہیے،انشاءاللہ تعالیٰ شادی کے بعد والی محبت میں ثواب بھی ملے گا۔

﴿پسندگی دین داری کی وجہ سے ہونی چاہیے﴾

اس لیے ہمیشہ اپنی پسند دین دار شوہر کے لئے ہونی چاہیئے اس لیے کہ دین دار مرد سے اگر آپ کا نکاح ہوا ہوگا،تو کبھی بھی وہ اپنی بیوی پر ظلم نہیں کرے گا، بلکہ بیوی کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرے گا اور اگر کسی نامناسب مرد کے ساتھ تمہارا رشتہ (Engejmin) ہو گیا ہے تو اس کے حق میں دعا کرو اور شادی کے بعد اس پر محنت کرو، کہ وہ بھی دین دار بن جائے،اس کے چہرے پر ڈاڑھی آجائے،سنت کے مطابق لباس پہننے والا بن جائے، جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمابردار بن جائے گا تو پھر وہ بیوی کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کرے گا،کبھی تم کو تکلیف نہیں دے گا،اللہ تعالیٰ نے یہ عجیب قانون بیان فرمایا ہے" اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ،وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ

لِلطَّیِّبٰتِ،اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ،لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ

.(پ۱۸،ع۹،آیت۲۶) کہ گندے مرد گندی عورتوں کے لیےاور گندی عورتیں گندے مردوں کے لیےاور پاک مرد پاک عورتوں کے لیےاور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے۔

﴿ناجائز تعلق گناہ ہے﴾

میری بہنو! معافی کے ساتھ میں ایک بات آپ کو بتادوں، کہ بہت ساری ہماری بہنیں شادی سے پہلے ناجائز تعلق میں ملوث ہوجاتی ہے، یہ حرام ہےاور گناہ کبیرہ ہےاور یہ بہت ہی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے،اسی بات کو سمجھ لو، کہ یہ لڑکا اللہ تعالی کی نافرمانی کرکے تم سے غلط تعلق قائم کرے،کیا وہ کبھی تم کو راحت اور آرام نہیں دے سکتا ہے،وہ آپ کو پریشان کرے گا۔

﴿اجنبی عورتوں کے ساتھ حرام چیزیں﴾

اس لیے کہ شریعت میں کسی پرائی عورت کو دیکھنا حرام ہے،اس سے ملنا حرام،اس سے بات کرنا حرام،اس کی طرف چل کر جانا حرام،اس کے ساتھ فون پر بات کرنا حرام ،''ای میل'' سے اس کے ساتھ تعلق میں رہنا حرام،اسی طرح''ٹیکس میسج'' (Text sms) بھیجنا حرام ،اسی طرح انٹرنیٹ پر اس سے چیٹنگ کرنا حرام ،کسی طرح کا رابطہ رکھنا ایک پرائی لڑکی سے حرام اور گناہ کبیرہ ہے،اب جو لڑکا اس طرح کے گناہ کرے وہ نکاح کرنے کے بعد کبھی بھی اپنی بیوی کو راحت نہیں دے سکتا ہے،اس لیے میری بہنو! اللہ تعالی کے واسطے ایسے گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ،یہ بہت ہی بے حیائی کا کام ہے،اگر کسی سے ایسا گناہ ہوگیا ہو،تو دو،دو رکعت توبہ کی نماز پڑھ کر اللہ تعالی سے معافی مانگ لو،اللہ تعالی کے سامنے خوب آنسو بہاؤ۔

﴿ایک اور حرام چیز﴾

اسی کے ساتھ اور ایک بات آپ کو بتا دوں، کہ ہماری بہت ساری بہنیں منگنی کے بعد اپنے (Future) مستقبل میں ہونے والے شوہر کے ساتھ یعنی جو شادی کے بعد تمہارا شوہر بنے گا، اس کے ساتھ بات چیت شروع کر دیتی ہے، میری بہنو! یہ بھی حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اس لیے کے منگنی کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہے، لیکن لوگ منگنی کو ہاف میریج (Half marriage) سمجھتے ہیں لیکن یہ سمجھنا بالکل غلط ہے اس لیے کہ منگنی، یہ تو نکاح کا ایک وعدہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس لیے منگنی کے بعد بات چیت کرنا وغیرہ سب حرام ہے۔

﴿منگنی کے بعد بات چیت کرنا حرام ہے﴾

اگر کسی میں یہ عادت ہو، تو اس کو چھوڑ دے اور اللہ تعالی سے توبہ کرے، تو پھر انشاء اللہ تعالی شادی کے بعد تم دونوں میں اللہ تعالی محبت، چین، سکون عطا فرمائے گا، میری بہنو! دنیا میں کوئی بھی آدمی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کر کے چین سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا ہے۔

﴿قرآن کی ایک عجیب بات﴾

اس لیے قرآن مجید میں آئی ہوئی یہ بات عجیب ہے، جس کا نتیجہ میں عرض کرتا ہوں کہ جس میں اللہ تعالی نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے، کہ حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والو! عائشہؓ پر تہمت لگانے سے پہلے سوچ لو، کہ ان کے شوہر کون ہے۔؟ ہم نے ان کی شادی کس کے ساتھ کرائی ہے، جس عائشہؓ کے شوہر حضرت نبی ﷺ جیسے معصوم اور پاک انسان ہو، ایسے مبارک شوہر جو حضرت عائشہؓ کو نصیب ہوئے ہو، وہ حضرت عائشہؓ کیسی پاک

ہوگی، اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہ نتیجہ نکلا۔

﴿عورت کا سب سے پہلا کام شادی کے بعد﴾

اس لیے شادی کے بعد سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ بیوی اپنے شوہر کی نیک کام کرنے میں مدد کرے اور گناہ سے بچانے میں بھی اس کی مدد کرے، اپنے شوہر کو سمجھا کر کسی بھی طرح اس کو نمازی بنانے کی کوشش کرے اسی طرح اس کو اسلامی لباس، شرعی ڈاڑھی رکھنے اور اچھی عادتیں اپنانے لے لئے سمجھا دے اور حرام کام کو چھوڑنے اور فلم وغیرہ کی عادت چھُڑوانے کی بھی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ نے عورت کی بات میں یہ تاثیر رکھی ہے، کہ تم شوہر کو سمجھاؤ، تو وہ مان لے گا۔

اور ساتھ ہی شوہر کے حق میں دعاء بھی کرو، شوہر نیک بن جاوے گا، اور دینی محنت کرنے کا بہت بڑا ثواب، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ملے گا۔

﴿نبی کی بیوی کافرہ ہوسکتی ہے، زنا کار نہیں ہوسکتی﴾

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی، ایمان نہیں لائی تھی اور اُس زمانے میں یہ بات جائز تھی، کہ کافرہ عورت کے ساتھ کوئی نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا تھا، لیکن ہماری شریعت میں اب اس طرح نکاح کرنا حرام ہوگیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کو بیان کیا ہے "وَلَا تَنكِحُ الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِن" کہ کسی کافرہ کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک کہ وہ ایمان میں داخل نہ ہو جائے، اب حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اگر چہ کافرہ تھی، لیکن بہت سارے سیرت لکھنے والے محدثین، مفسرین فرماتے ہیں، کہ نبی کی بیوی کافرہ تو ہوئی ہے، لیکن کسی بھی نبی کی بیوی زنا کار نہیں ہوئی کیونکہ زنا ایسی چیز ہے کہ اس سے نسب اور خاندان یہ سب برباد ہو جاتا ہے۔

پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے

پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور میں رات دن یہ دیکھتا رہتا ہوں کہ ہمارے یہاں انڈیا میں جب کوئی لڑکا باہر کے ملک سے شادی کے لیے آتا ہے، تو اگر وہ آؤٹ لائن لڑکا ہوتا ہے، تو وہ ایسی ہی فیشن پرست اور آؤٹ لائن لڑکی ہی کی تلاش کرتا ہے، اس کو دین دار اور پردے میں رہنے والی لڑکی پسند نہیں آتی، اسی طرح لڑکی کا حال ہے اگر وہ آؤٹ لائن ہے، ٹی شرٹ جینس پینٹ پہننے والی ہوتی ہے، تو ایسا ہی شوہر تلاش کرتی ہے یہ سب اس فطری قانون کا نظارہ ہے جس کو اللہ تعالی نے قرآن میں بیان کیا ہے، اللہ تعالی ہماری سوچ، ہماری زندگیوں کو نیک اور اچھا بنائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

ایک دوسری بہت بڑی بات اسی آیت میں اللہ تعالی تعالیٰ فرماتے ہیں "وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" (پارہ/۱۸ آیت/۲۲ ع/۹)

بہر حال حضرت عائشہؓ کا قصہ بیان ہو گیا اور ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی اللہ تعالی نے قرآن میں فرما دیا، لیکن حضرت عائشہؓ کے ابا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو بہت رنج ہوا، باپ کا دل بیٹی کی تکلیف کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے، اللہ تعالی نے ماں باپ کے دل میں بیٹی کی عجیب محبت رکھی ہے۔

ساسوؤں کو ایک نصیحت

اس لیے میں عام طور پر ساسوؤں کو کہا کرتا ہوں، کہ اللہ تعالی کے واسطے بہو کو تکلیف مت دو، آج تم بہو کو، یعنی دوسرے کی بیٹی کو دکھی کرو گی، پریشان کرو گی تو کل تمہاری

بھی بیٹی کسی کے یہاں بہو بن کر جائے گی، اس دن کو سوچو اگر تم کسی کی بیٹی کو اچھی طرح رکھو گے تو تمہاری بیٹی بھی جب بہو بن کر جائے گی، تو اس کو بھی اچھی طرح رکھا جاوے گا، بہو کو نوکرانی نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیئے ہماری شریعت میں کسی کو بلاوجہ تکلیف دینا حرام ہے۔

﴿بہو کو ایک نصیحت﴾

اسی طرح بہو کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی ساس کو نہ ستائے وہ اس کو اپنی ماں سمجھے اور اس کی خدمت کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کا سنسار، ان کی لائف خوشی خوشی اور محبت کے ساتھ گزرے گی، غرض یہ ہے کہ ساس بہو کو بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ حسن سلوک کرے، اور بہو ساس کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے۔

﴿شادی کے بعد فوری الگ ہونے کا مزاج﴾

آج کل ایک بڑی بلا چل پڑی ہے، کہ ابھی شادی ہوئی ہے اور دوسری طرف بہو کا دل یہ چاہتا ہے کہ الگ رہنے چلے جائے، اور بہت سی بہو تو شادی سے پہلے ہی الگ رہنے کی شرط لگا دیتی ہے یہ مناسب بات نہیں ہے، ساس خسر کے تجربات سے فائدہ اٹھا دے، ان سے کچھ سیکھے، ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں حاصل کرے، آج تم ان کے بڑھاپے میں ان کی خدمت کروگی تو کل تمہاری بہو تمہاری خدمت کرے گی، ایسے اس طرح اجتماعی طور پر ساتھ رہے تو اس میں دیور اور جیٹھ سے پردہ کا خصوصی اہتمام کیا جائے، وہ دونوں غیر محرم ہے۔

﴿بیرون ملک کا المیہ﴾

انگلینڈ وغیرہ میں سنا ہے کہ بعض لڑکیاں شادی سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر پر

خود سے سوال کرتی ہے، گھر میں کتنی Dustbin ہے یعنی بوڑھے کتنے ہے، بہت ہی افسوس کی بات ہے، جس اسلامی معاشرہ اور سماج کے ستون ادب احترام اور خدمت ہے اس پاکیزہ معاشرہ میں اس طرح کہ سوال کئے جاوے کہ بڑھے اور ضعیفوں کی خدمت سے کتراوے، ان سے نفرت کا اظہار کرے، بس اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرماوے۔

﴿حضرت ابوبکر صدیقؓ کا رنج﴾

بہر حال حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل کو بہت تکلیف پہنچی کہ میری بیٹی بے گناہ تھی، اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، پھر بھی میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی، باپ کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا، اب قدرتی بات یہ کہ تہمت لگانے والوں میں جو منافق تھے، ان کو چھوڑ کر، تین بھولے بھالے مسلمان تھے جو منافقین کی بات میں آکر تہمت لگانیمیں شامل ہوئے تھے، اس میں ایک حضرت مسطحؓ تھے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بہت قریب کے رشتہ دار تھے

﴿رشتہ داریا ریشہ دواں﴾

اور عربی میں ایک کہاوت ہے " بعض الاقارب کالعقارب "(ایک الفؔ کے ساتھ اور ایک عینؔ کے ساتھ) کہ بعض رشتے دار سانپ بچھو کی طرح ہوتے ہے، کہ وہ رشتہ داری کے باوجود پریشان کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے رشتہ داروں کو بھی صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے۔

﴿غریب رشتہ داروں کا فکر کرو، حضرت ابوبکرؓ پر واقعہ کا اثر﴾

بہر حال یہ صحابی حضرت مسطحؓ بہت ہی غریب آدمی تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کیونکہ ان کے قریبی رشتہ دار تھے اس لیے ان کا

پورا خیال رکھتے تھے ان کا خرچہ پانی وغیرہ بہت پابندی کے ساتھ ان کو پہنچایا کرتے تھے، اس سے ہم کو ایک بات یہ بھی سیکھنے ملی، کہ اگر ہمارے رشتے میں اگر کوئی غریب، مسکین ہو تو اس کے خرچے کی فکر کرنی چاہیئے جس طرح ہم دوسرے غریبوں کو دیتے ہیں۔

﴿رشتہ داروں کو دینے کا ڈبل ثواب﴾

اسی طرح ہمارے رشتہ دار غریب ہو تو اس کا زیادہ حق ہے کہ ہم اس کو نفل صدقہ، زکوٰۃ دے، کیونکہ رشتہ دار کو دینے میں ڈبل ثواب ملتا ہے ایک صدقہ دینے کا ثواب اور دوسرا رشتہ داری کے حق کو نبھانے کا، اس لیے اپنے چچا کے لڑکوں میں، پھوپھیوں کے لڑکوں میں، خالاؤں کی اولاد میں بھائی بہنوں میں کوئی غریب ہو تو ان کا خیال رکھا کرو۔

﴿حضرت ابوبکرؓ کا حضرت مسطحؓ کے خرچہ کو بند کرنا﴾

حضرت ابوبکرؓ حضرت مسطحؓ کو ان کا پورا پورا خرچہ دیا کرتے تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت مسطحؓ کو ان کا خرچہ بند کر دیا۔

﴿حضرت عائشہؓ کی دو حیثیت﴾

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے حضرت عائشہؓ میں دو حیثیت تھی، ایک تو حضرت عائشہؓ بیٹی ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی، دوسرے حضرت عائشہؓ حضورﷺ کی زوجہ محترمہ ہونے کی وجہ سے ام المؤمنین یعنی پوری امت کی ماں بھی ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ پر تہمت کے معاملے میں جو حضرت مسطحؓ کا خرچہ بند کیا، حضورﷺ کی زوجہ اور امت کی ماں ہونے کی وجہ سے کیا، یہ بھی ایک عشق ومحبت کا حصہ ہے۔

﴿حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مثالی عمل﴾

اس میں بھی غور کرنے کا مقام ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خرچہ کب بند کیا؟

تہمت کے زمانہ میں نہیں، بلکہ جب براءۃ نازل ہوگئی، فیصلہ ہوگیا، کہ حضرت عائشہؓ بے گناہ ہے اور یہ تہمت لگانے والے کا کام غلط ہے، تب جا کر خرچہ بند کیا اور قسم کھائی کہ میں حضرت مسطحؓ کو خرچہ نہیں دونگا۔

﴿سزا اور سفارش﴾

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت خاص حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، "وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ" (پارہ/۱۸ آیت ۲۲/ع ۹)

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ اہل خیر ہیں اور مالی وسعت رکھتے ہیں، وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، اور انہیں چاہیے کہ معافی درگذر سے کام لیں۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہاری خطائیں بخش دے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

﴿بزرگی کا تقاضا معاف کرنا ہے﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بڑے درجے والے اور بزرگی والے لوگ ہے مراد اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہے، عمومی طور پر باقی نصیحت پوری امت کو ہے اللہ تعالیٰ نے جن کو اونچا مقام دیا ہے، بزرگی دی ہے، ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو خرچہ دے۔

اللہ تعالیٰ کے راہ میں، جنہوں نے ہجرت کی ان کو خرچہ دو اور جن لوگوں نے غلطی کی ہے ان کو معاف کر دو مثلاً حضرت مسطحؓ نے غلطی کی لیکن بزرگی اور بڑے پن کا تقاضہ یہ ہے، کہ ان کو معاف کر دے۔

﴿حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت قرآن میں﴾

اس آیت میں اولوا الفضل سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہے، خود اللہ تعالیٰ جن کو فضیلت اور بزرگی والا بتا دیوے، اس انسان کا مرتبہ کتنا اونچا ہوگا، دوسری ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. (پارہ۱۰ ارع ۱۳/ آیت ۴۰)

ترجمہ: جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ "غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضورﷺ کا صحابی ہونا صاف لفظوں میں بتا دیا گیا، اس لئے جو آدمی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صحابی نہ مانے وہ ایمان والا نہیں ہو سکتا۔

﴿اللہ تعالیٰ کو معافی پسند ہے﴾

"وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا" "معاف کردو اور درگزر کرو اور پھر آگے فرماتے ہے "اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ" کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے۔؟ کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے، اللہ تعالیٰ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ اے میرے پیارے ابوبکر! مسطحؓ نے تمہاری بیٹی پر تہمت لگائی ہے، امت کی ماں پر تہمت لگائی گئی ہے اور اس کا تم کو بہت رنج ہوا ہے اور اس کی وجہ سے تم نے ان کو خرچہ نہ دینے کی قسم کھالی ہے، تم ان کو معاف کردو اور ان کا خرچہ دینا شروع کردو۔

﴿حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قسم توڑ دی﴾

دیکھو میری بہنو! اللہ تعالیٰ ہم کو کیسے اخلاق سکھا رہے ہیں۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا تو قسم کو توڑ دی اور قسم کا کفارہ ادا

کردیا اور حضرت مسطح ؓ کا خرچہ دینا شروع کردیا اور اپنی زبان سے کہنے لگے کہ اللہ تعالی کی قسم "بلى والله انى احب ان يغفر الله تعالى لى "ہاں! قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالی میرے گناہ کو معاف کرے اور میں حضرت مسطح ؓ کا خرچہ دینا شروع کرتا ہوں، اور ساتھ میں قسم کھالی کہ آج کے بعد کبھی خرچہ بند نہیں کرونگا۔

﴿دو بڑی بات﴾

ایک تو حضرات صحابہ کرامؓ کا اطاعت کا جذبہ دیکھو، اللہ تعالی کے حکم پر مر مٹنے کا جذبہ دیکھو، اللہ تعالی نے اپنی پیاری چیز آیت کے ذریعہ بتلادی تو فوری قسم توڑ دی اور خرچہ جاری کردیا، ایک مؤمن کے لئے اللہ تعالی کی چاہت اور مرضی سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات خود باری تعالی کی اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی دیکھو کہ حضرت مسطح ؓ سے بھولے پن میں ایک غلطی ہوگئی تو اس کی سزا بھی آئی اور خود الل تعالی نے ان کے لئے سفارش بھی فرمادی، اور خرچہ جاری کروادیا۔

میری بہنو! سوچو، اللہ تعالی کیا چاہتا ہے جس رشتہ دار نے ستایا اللہ تعالی کا حکم آیا ، کہ ان کو بھی معاف کردو انہوں نے اس حکم کو پورا کر کے دکھایا اور قسم کا کفارہ بھی ادا کردیا۔

﴿عورتوں کے نام ایک خاص بات﴾

میری بہنو! بہت دھیان سے اس پوئنٹ کو سمجھو، کہ جس رشتہ دار نے ہم کو ستایا ہم اس کو پوری زندگی دل میں لیے نہ پھرے، بلکہ اس کو معاف کر کے اس کے ساتھ اچھا تعلق شروع کرو، اس کے ساتھ محبت سے پیش آ وٴ اگر اس دوسرے سے غلطی ہوگئی ہے تو ہم کیوں غلطی کرے؟ ایک ایمان والی عورت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو معاف کردے، یہ تو اللہ تعالی کا حکم ہے اور یہ اللہ تعالی کی چاہت ہے اور یہ اسلامی اخلاق ہے، اللہ تعالی معاف فرمادے،

آج ہمارے سماج میں کتنی بُرائی ہے کہ کسی بہن یا رشتہ دار کے ساتھ معمولی جھگڑا ہو گیا تو ہم سالہا سال گزر جاتے ہیں ہم اس سے اپنا تعلق قائم نہیں کرتے، اس سے بات چیت بند ہو جاتی ہے۔

قطع رحمی کی وعید

میری بہنو! ایسی عادت اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے، میں آپ کو ایک بات بتلا دوں اس کو دل میں اتار لو، اگر آپ قطع رحمی کرو گے یعنی رشتہ دار سے بلا وجہ تعلق توڑ دو گے تو یاد رکھو کہ اس طرح تعلق توڑنے والوں کی شب قدر میں بھی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں کرتا (Possihble) پوشیبل ہے کہ آنے والی رات شب قدر ہو، ۲۷ ویں رات شب قدر ہو سکتی ہے، اس لیے کہ ہمارے بہت سارے بزرگوں نے شب قدر کو ۲۷ ویں رات کو دیکھا ہے۔

ایک درد بھری درخواست

میری بہنو! کیا آپ چاہتی ہو کہ اس رات میں تمہاری مغفرت ہو جائے، ہم سب چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرما دے اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، میں آپ کو ایک درخواست کرتا ہوں آپ کو میری ایک Request ہے درد دل کے ساتھ میری درخوات ہے، کہ اگر کسی رشتہ دار، یا کسی بہن سے آپ کی بات چیت بند ہو، یا اس سے تعلق توڑ دیا ہے، تو آج اسی مجلس سے نکلنے سے پہلے سلام کر کے بات چیت کر کے جاؤ، تا کہ آج کی رات میں اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرما دے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو نیچا کر دو۔

تواضع درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے

اور جو بہن سامنے جا کر سلام میں ملاقات میں شروعات کرے گی اس کو ثواب زیادہ

ملے گا حدیث میں آتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے جھک جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اونچا کرتا ہے میری یہ چاہت ہے کہ آج آپ یہ کام کر کے جاؤ، جس اخلاص اور محبت سے {Malawi} کے مسلمان مجھے بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی محبت کا بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا کرے، میں چاہتا ہوں کہ یہاں رہنے والے تمام مسلمان بھائی بہن آپس میں خوب محبت سے رہے، کوئی کسی سے ناراض نہ رہے۔

﴿حضرت حسانؓ کا درجہ آپ ﷺ کے سامنے﴾

اور بھی ایک بات سنو! کہ اِن تین بھولے بھالے مسلمانوں میں ایک حضرت حسانؓ بھی تھے یہ بھی بڑے صحابی تھے اور شاعر تھے، انہوں نے حضرت نبی ﷺ کی شان میں بہت اچھے اچھے اشعار پڑھے ہیں اور ایسے زبردست شاعر تھے، کہ جب کفار حضور ﷺ کی بُرائی اور بے ادبی میں اشعار بولتے تھے، تو حضرت حسانؓ ان کو اچھے اچھے اشعار کہہ کر جواب دیتے تھے وہ آپ ﷺ کے چہیتے اور لاڈلے شاعر سمجھے جاتے تھے، ان کی شاعری کتاب کی شکل میں چھپی ہوئی ہے جس کا نام ہے ''دیوان حسان ابن ثابت'' جو عربی زبان میں ہے، تو یہ حضرت حسانؓ بھی حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے میں شامل تھے اور حضرت عائشہؓ جانتی بھی تھی، کہ حضرت حسانؓ بھی تہمت لگانے میں شامل ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ ہماری دل حضرت عائشہؓ جیسا بنادے﴾

لیکن حضرت عائشہؓ کا دریا دل دیکھو، اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ ایسا دل ہماری تمام بہنوں کا بنادے، حضرت حسانؓ ان کے پاس ملاقات کے لیے آتے، تو حضرت عائشہؓ انہیں بہت عزت سے گھر میں بٹھاتیں (یعنی پورے شرعی پردہ کے ساتھ) بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہؓ کو کسی نے کہا بھی کہ حضرت حسانؓ کو کیوں تمہارے پاس آنے کی اجازت دیتے ہو، ان کو روک دینا چاہیے، کہنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت حسانؓ تہمت والے

واقعہ میں شامل تھے اس لئے ان سے تعلق مت رکھو، حضرت عائشہؓ جواب دیتی ہیں کہ کافر لوگ جب نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرتے، بری شاعری آپ کے لئے کہتے تو حضرت حسانؓ ان کی بری شاعری کا جواب دیتے تھے، حضور ﷺ کی طرف سے دفاع Difence کرتے تھے،، میری بہنو! حضرت عائشہؓ کا یہ عمل ہم کو دعوت دیتا ہے، کہ جس نے غلطی کی ہو اور جس نے ہم کو ستایا ہو اس کو معاف کر دو اور اس کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔

حضرت عائشہؓ کے اخلاق عالیہ

روایت میں ہے کہ اگر کوئی حضرت عائشہؓ کے سامنے حضرت حسان ؓ کی برائی کرتا، تو حضرت عائشہؓ اس برائی کرنے کو بالکل پسند نہ کرتیں، یعنی حضرت عائشہؓ نے ان کو معاف کر دیا، دیکھو حضرت عائشہؓ کا کیسا دل تھا، ان کے خلاف کسی کو بولنے بھی نہیں دیتی تھی جب کہ حسان سے بھی غلطی ہوئی تھی، اب ہم اپنے حالات کے بارے میں سوچے کہ اگر ہم کو کسی نے ستایا ہو، تو ہم اس کی بُرائی کرنے میں Number one پہلے نمبر پر ہو جاتے ہیں، اور جب کوئی اس کی برائی ہمارے سامنے کرے گا تو ہم خوش ہونگے، جب کہ یہ اسلامی اخلاق نہیں ہے، ہمارا کام ہے کہ ہم اس کو معاف کر دے۔

رشتہ داروں سے صلہ رحمی

اور ایک حدیث آپ کو بتادوں، اللہ تعالیٰ کرے اس حدیث پر میرا اور آپ سب کا عمل ہو جائے، کوئی رشتہ دار ہمارے ساتھ صلہ رحمی کرے یعنی رشتہ داری کو نبھائے، اس کا حق ادا کرے، وہ آپ کے ساتھ اچھا تعلق رکھے اور اس کے بدلے میں تم بھی اس کے ساتھ اچھا تعلق کرو، تو یہ کوئی اونچے کمال کی بات نہیں ہے، ایسا کرنا تو عام ہے، کمال کی بات تو یہ ہے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی رشتہ دار ہمارے ساتھ تعلق کو توڑے، تو ہم اس کے ساتھ تعلق جوڑے اور محبت کا معاملہ کرے، جو رشتہ داری کو کاٹے ہم اس کو جوڑے، میری بہنو!

ہمارے دلوں کو ایسی گندی سے پاک کر دو، کسی کے بارے میں کوئی بُرائی، عداوت ہمارے دلوں میں نہ رکھو، توٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دو، اس لئے اسی مجلس میں آپسی سلام، مصافحہ کر کے جاؤ،

﴿قطع رحمی کی وعید﴾

اور ایک حدیث بتادوں نبی ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ جس قوم میں ایک مرد یا ایک عورت ایسی ہو جو قطع رحمی کرے یعنی جو رشتہ داری کے تعلق کو کاٹنے والے ہو، اللہ تعالی اس قوم کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے، پوری قوم اللہ تعالی کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے، صرف ایک آدمی کی وجہ سے بھی پوری قوم رحمت سے محروم ہو جاتی ہے اور آج تو گھر گھر میں رشتے کٹے ہوئے ہیں پھر اللہ تعالی کی رحمت ہم پر کیسے آئے گی۔؟ اس لیے ہم اس گناہ کو چھوڑ دے پھر دیکھو اللہ تعالی آپس میں کیسی محبت عطا کرتا ہے۔

﴿عورت کیسی ہو قرآن کی روشنی میں﴾

ان آیتوں میں سے ایک آیت یہ بھی تھی " اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ مُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ ط" (پارہ ۱۸ / آیت ۲۳) اس میں اللہ تعالی نے عورتوں کی تین خوبیاں، تین کمال بیان کئے ہے کہ عورت کیسی ہو۔؟ (۱) محسنات یعنی پاک دامن، کہ جس کی زندگی حرام کام اور زنا سے پاک ہو (۲) غافلات یعنی جو گناہ کے ارادے سے بھی پاک ہو اور ایسے گندے کاموں کی اس کو خبر تک نہ ہو، اللہ تعالی کو عورتوں کا ایسا بھولا پن پسند ہے، اس لیے آیت میں غافلات کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، اس پر تھوری بات کر دوں کہ عورت کی یہ خوبی اللہ تعالی نے پسند فرمائی ہے کہ عورت "محسنات اور غافلات" ہو۔

﴿عورتوں کو زیادہ تعلیم دینا اچھا نہیں ہے﴾

اسی آیت کے حوالے سے ایک بات اور کہہ دوں کہ لڑکیوں کو زیادہ ایجوکیشن

(Education) دینا، زیادہ تعلیم دینا یہ بھی اچھی چیز نہیں ہے، کہ لڑکیوں کو لوگ کالجوں میں بھیج کر ان کو ڈگریاں حاصل کرائے، کیونکہ آج کل کالیج اور اسکولوں کا جو ماحول ہے اس کو آپ خوب اچھی طرح جانتی ہو، کہ بے حیائی، بے پردگی، گناہ عام ہے، ایسے ماحول میں ایسی اونچی اونچی ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

﴿عورتوں کو پردے کے ساتھ تعلیم دینا درست ہے﴾

ہاں! اگر کسی جگہ دین داری کا ماحول ہو اور پردے کا نظم ہو، اسلامی شریعت کے قوانین کا پورا لحاظ ہو تو ہم لڑکیوں کو پردے کے ساتھ ’گاینک‘(Gaenik) بنائے تو اچھی بات ہے اس لیے کہ عورتوں کو عورتوں کے لائن کی بیماریاں، عورتوں کے ولادت کے مسائل وغیرہ میں مدد ہو سکے، اس لئے اس طرح اسلامی ماحول میں ڈاکٹری کروا دیوے، اس کے علاوہ دوسری ڈگریاں دلوانا اور اس کے لئے کالجوں کے بے حیائی کے ماحول میں رکھ کر یہ تعلیم حاصل کروانا، یہ ہرگز مناسب نہیں ہے، قرآن میں ’’الغافلات‘‘ یہ صفت بتائی ہے اور آگے تیسری صفت ’’المؤمنات‘‘ بیان کی ہے، یعنی جن کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو، تو یہ تین صفتیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں جتنی نصیحتیں اور عبرت کی باتیں بیان کی ہیں، اس پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿شیعہ کا عقیدہ﴾

حضرت عائشہؓ کا یہ واقعہ، کہ ان پر زنا کی تہمت لگائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی کر دیا، لیکن دنیا میں ایک جماعت ہے، جو شیعہ کے نام سے مشہور ہے یہ جماعت آج بھی یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ ،،نعوذ باللہ ،،حضرت عائشہؓ نے غلط کام کیا اللہ تعالیٰ ایسے غلط عقیدوں سے ہماری حفاظت فرمائے، وہ انسان کیسا جو حضرت عائشہؓ کے بارے میں زنا کا عقیدہ رکھے؟

﴿شیعہ لوگوں کی بدتمیزیاں حضرت عائشہؓ کے بارے میں﴾

بلکہ ہم کو تو اچھی طرح معلوم ہے، کہ شیعہ لوگ اپنی مجلسوں میں حضرت عائشہؓ کے نام کے ساتھ ان پر لعنت بھیجتے ہیں، اور ان کو حضرت عائشہؓ سے نفرت اتنی زیادہ ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کا نام عائشہؓ نہیں رکھتے۔

اس لیے جو جماعت ایسے گندے عقیدے والی ہو اور حضرت عائشہؓ سے دشمنی رکھتی ہو تو ان کے سامنے صحیح بات رکھو، ان کو سمجھاؤ، کہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں آپ یہ عقیدہ رکھتے ہو یہ عقیدہ آپ کا غلط ہے، حضرت عائشہؓ تو پاک اور نیک تھی اس طرح ان کو سمجھاؤ، ورنہ ایسا ہی گندہ عقیدہ رکھو گے تو ایمان باقی نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل اور مکمل ایمان نصیب فرمائے اور ایسے گندے عقیدہ رکھنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور حضرت عائشہؓ سے کامل محبت عطاء فرمائے، ان کے پاکیزہ طریق پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے، ہماری دینی بہنوں کو جنت میں ان کی معیت عطاء فرمائے۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

۴

عورتوں کے
بناؤ سنگار کے مسائل

اس بیان کے چیدہ

جواہر پارے

۴
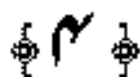
عورتوں کے بناؤ سنگار کے مسائل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ......

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ۔ (پارہ ۲۵/سورۃ زخرف/آیت ۱۸)

آج جمعہ کا دن ہے، پھر بھی یہ مجلس رکھی گئی ہے، اللہ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائے، اپنی رضاء اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، کچھ سولات یہاں پہنچے ہیں، ان کے جواب بھی دیتے ہیں، لیکن اس سے پہلے کچھ ضروری مسائل آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں، اس لیے کہ بعض مسائل ایسے ہیں، کہ جن کی بار بار ضرورت پیش آتی ہے، اپنے دین کے احکام پر اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ کر صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائیں، دین کے متعلق ہر مؤمن کی تین ذمہ داری ہیں، صحیح دین سیکھنا، عمل کرنا اور دوسروں کو پہنچانا۔

﴿زمین میں زلزلہ کب آتا ہے﴾

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب امت میں بے حیائی، بے شرمی اور فحش کام ظاہر ہونے لگیں گے، تو پھر اللہ تعالیٰ زلزلہ کا عذاب امت پر بھیجیں گے۔

﴿آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب﴾

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: کہ امت کے آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب آئیں گے، (۱) زمین میں دھنساں دیا جانا، (۲) شکل وصورت کا بدل جانا (۳) پتھروں کی بارش کا ہونا، ان سب خطرناک عذاب کا حدیث شریف میں ذکر ہوا، جب یہ حضرت عائشہؓ نے سنی تو انہوں نے عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس وقت نیک لوگ دنیا میں نہیں ہوں گے؟ اور نیک لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی عذاب آئے گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ اس وقت موجود ہوں گے، لیکن اللہ کی نافرمانی جب ہونے لگے گی تو اللہ کے نیک بندے موجود ہونے کے باوجود بھی اللہ کا عذاب آئے گا، اسی طرح ایک حدیث میں یہ مضمون بھی ہے، کہ جب گانے والیاں بڑھ جائیں گی، اس زمانے میں بھی اللہ کی طرف سے خطرناک عذاب آئے گا۔

﴿جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے﴾

بہنو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ بدن دیا ہے، وہ اللہ کی امانت ہے، ہم اس بدن کو جس طرح چاہے استعمال نہیں کر سکتے، جس طرح چاہے اس کی زیب وزینت، نمائش نہیں کر سکتے۔

﴿خودکشی حرام ہے﴾

اس لیے جب کوئی مسلمان عورت یا مرد خودکشی کرے، تو اللہ کے یہاں ہمیشہ کے

طرح چاہے تصرف نہیں کر سکتے ہیں۔

عورت زینت اختیار کرے شریعت کی حدود میں رہ کر

دوسری طرف عورت کی ذات میں فطری اور طبعی طور پر زینت کی محبت رکھی ہوئی ہے، کہ وہ اپنے آپ کو سنوارے، زینت کرے، ہماری شریعت اتنی پاکیزہ ہے، کہ وہ زینت کرنے سے عورتوں کو منع نہیں کرتی، لیکن اس کے لیے کچھ Border، کچھ حدود بتائی ہے، حضرت نبی کریم ﷺ کی پاک بیوی، حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے زینت کرے، اس کی مثال قیامت کے دن ایک اندھیرے کی طرح ہے، کہ قیامت کے دن کا جو اندھیرا ہوگا، اس اندھیروں میں ذرا برابر روشنی نہیں ہوگی، تو نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا: کہ جو عورت شوہر کے علاوہ کے لیے زینت کرتی ہے، اس کی مثال قیامت کے اندھیروں کی طرح ہے، اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بہنوں کے لیے زینت کرنا جائز ہے، لیکن شریعت میں اس کی حد ہے، کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے شوہر کے لیے زینت اختیار کرے، ہماری بہنیں شوہر کے سامنے میلی کچیلی رہیں گی، گھر میں خادم نوکرانی کی طرح رہیں گی، بدن سے لہسن، پیاز اور کی بدبو آتی ہوگی اور جب گھر سے باہر جانا ہو تو زیب وزینت، بناؤ سنگھار کے ساتھ جائیں گی، یہ غلط طریقہ ہے، گھر میں شوہر کے سامنے زینت سے رہو، جب بھی وہ گھر سے باہر جاوے تو تمہاری یاد اس کو ستاوے اور جلدی وہ لوٹ کر گھر واپس آجاوے، اور تم جب بھی گھر سے باہر جاؤ تو ایسی سادگی سے اسلامی پردہ سے کہ کوئی تم کو نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔

بیوٹی پارلر جانا ناجائز ہے

کے نقصانات ہیں، اس میں جو بیوٹیشن ہوتا ہے، اگر وہ مرد ہے تو اس کے پاس جانا اور اس سے زینت کروانا شریعت میں ناجائز اور حرام ہے، اسلئے کہ عورت کا پورا بدن ستر ہے یعنی چھپانے کی چیز۔ عورت کے لئے سر سے پیر تک ہر عضو کو پرائے مرد سے چھپانا ضروری ہے، اور اگر بیوٹیشن عورت ہے، اور عورت مسلمان نہیں ہے تو اس سے بھی زیب وزینت کروانا جائز نہیں، اور اگر وہ عورت بیوٹیشن مسلمان ہے تو جائز طریقہ سے شریعت کی حد میں رہ کر زینت کروانے کی اجازت ہے۔

﴿ایک اہم بات﴾

لیکن ایک اہم بات یہ ہے کہ عورت کو تو اس قدر تاکید ہے کہ اپنے کنگھے سے نکلے ہوئے بال اور کٹے ہوئے ناخن کو بھی چھپاوے، پرائے مرد دیکھے ایسی جگہ اس کو ڈالنا بھی منع ہے، اس لئے پرائے سے تو زینت کروانا جائز ہی نہیں، یہ خیال رکھو کہ اس میں کام کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں وہ Free liefe (آزاد زندگی) گزارنے والی ہوتی ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہے، ان کی ذہنیت اور سوچ غیروں کی طرح ہوتی ہے اور جو عورت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہو، اس سے زینت کروانا اور اپنے بدن پر اس کو ہاتھ لگانے دینا، یہ ایمانی غیرت کے بالکل خلاف ہے، اس طرح بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی جو عورتیں ہوتی ہیں، عامۃً ان کا ایک شوہر نہیں ہوا کرتا اور جو عورت اس طرح کی ہو کہ ایک شوہر کو خوش کر کے ازدواجی حدود میں رہ کر زندگی گزارنے کا اس کا مزاج نہیں ہے، وہ آپ کو ہرگز ایسا تیار نہیں کر سکتی جس سے آپ کے شوہر کا دل خوش ہو جائے، اس لیے بہنو! اگر بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی عورتیں بھی ہوں تو بھی ان کی آزاد زندگی کو دیکھ کر ان کے پاس جانا ایمانی غیرت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

﴿میک اپ میں استعمال ہونے والی چیزوں کے جسمانی نقصانات﴾

میک اپ کرنے اور سجانے کے لیے جو پاؤڈر یا کریم یا تیل استعمال کیا جاتا ہے، اس میں ایسے خطرناک کیمیکل ہوتے ہیں، کہ وہ آپ کے بالوں کو بہت جلد خراب کر دیتے ہیں، اس سے آپ کے بال دھیرے دھیرے گرنے لگتے ہیں، چمڑی کی اصل خوب صورتی آہستہ آہستہ کمزور ہو جاتی ہے، ایسی خطرناک کیمیکل والی دوائیں اپنی چمڑی اور بالوں پر استعمال کروانا یہ بھی تندرستی کے لحاظ سے ہرگز مناسب نہیں ہے۔

﴿بیوٹی پارلر میں مالی نقصانات﴾

اور اس میں جو فیس ادا کرنی ہوتی ہے، یقیناً وہ فضول خرچی اور اسراف میں داخل ہوتی ہے، جو اللہ تعالی کو پسند نہیں ہے اور مال والی نعمت کی ناقدری ہے، اگر اتنے پیسے ہم بچا کر کسی غریب کو دے، تو انشاء اللہ اس کا بہت بڑا اجر اور ثواب ملے گا، اس لیے بیوٹی پارلر میں جا کر ان کے پاس اپنی زینت کروانا یہ بات ایمانی غیرت سے ہٹ کر معلوم ہوتی ہے جو بالکل مناسب نہیں ہے۔

﴿زینت میں اسراف کے نقصانات﴾

آج کل ہماری ساری بہنوں کو بیٹیوں کو فیشن والے کپڑے اور موبائیل اور میک اپ میں فضول خرچی کی عادت بن گئی ہے، جس کی وجہ سے باپ پر پیسوں کے لئے دباؤ ڈالتی ہے، شادی کے بعد شوہر کے لئے بوجھ بن جاتی ہے اور اس کی وجہ سے جھگڑے وجود میں آتے ہیں، بلکہ بعض مرتبہ اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے دوسرے گناہوں کا راستہ اپنانے لگتی ہے، اور ان چیزوں میں زیادہ مشغولی نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ سے محرومی کا ذریعہ ہے، اسلئے ایسی بری عادت زندگی میں نہ آنے دیوے، شریعت نے آپ کو اجازت دی ہے، کہ آپ اپنے آپ کو اچھا رکھو، اچھی طرح اپنے آپ کو سنوار و اور خاص کر اپنے شوہر

کا دل خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو اچھا بناؤ۔

﴿ایک مسئلہ﴾

بہشتی زیور میں ''حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ '' نے مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت میلی کچیلی رہتی ہے اور شوہر کو نفرت ہوتی ہے، پھر شوہر اس کو حکم کرے کہ بن ٹھن کر رہو، بناؤ سنگھار سے رہو، تو اس وقت شوہر کی بات ماننا عورت کے لیے ضروری ہے، اگر اس وقت عورت شوہر کی بات نہ مانے تو ایسی صورت میں شوہر کو مارنے کی بھی اجازت ہے، اس مسئلہ سے آپ اندازہ لگاؤ، کہ شوہر کے سامنے تمہارا اچھا رہنا کتنی اچھی اور پسندیدہ بات ہے، لیکن بہت زیادہ اپنے آپ کو ٹپ ٹوپ اور میکپ میں رکھنا اور ہر وقت اسی میں آپ کا دھیان رہے اور اسی میں آپ کا خیال رہے، یہ بھی اچھی بات نہیں ہے، کہ ایک ایمان والی عورت کی زندگی بہت قیمتی ہے کہ اپنے اوقات میں وہ نماز، ذکر، قرآن کی تلاوت کرے، اللہ کی عبادت کرے، یعنی نیک کاموں میں اپنے اوقات زیادہ لگائیں، حاصل یہ ہے کہ ہر وقت زینت ہی کے پیچھے اپنے آپ کو لگانا بھی شریعت کی نظر میں پسند نہیں۔

﴿بال کٹوانا شریعت کی رو سے جائز نہیں﴾

بہنو! بہت سارے ضروری مسائل میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے، کہ بہت ساری عورتیں اپنے سر کے بال کو کٹواتی ہے، چاہے بال زیادہ کٹائے چاہے سیٹنگ کے لیے تھوڑے تھوڑے کٹائے، اس طرح بال کٹوانا چاہے سامنے سے یا آس پاس سے، یا پیچھے سے، کسی طرح شریعت میں جائز نہیں ہے، اگر شوہر بال کٹوانے کا حکم کرے تب بھی شوہر کی بات ماننا جائز نہیں ہے، شریعت میں قانون ہے ''لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق '' کہ جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو ایسی بات میں کسی مخلوق کی بات نہ مانی جائے، چاہے شوہر ہو چاہے باپ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف ان کی بات کو مت مانو، اس لیے کہ اللہ کا حکم

پہلے ہے شوہر کا حکم بعد میں ہے۔

﴿بے پردہ باہر نکلنا﴾

اگر شوہر تم کو حکم کرے کہ تم بغیر پردے کے باہر جاؤ تب بھی اس کی بات مت مانو، آج کل بہت ساری عورتیں اپنے شوہر کے ساتھ تفریح کے لئے یا کسی ضرورت سے باہر نکلتی ہیں اور وہ بن ٹھن کر نکلتی ہیں، یہ غلط بات ہے، خاص کر دو پہیے والی گاڑی Two wheeler پر شوہر کے ساتھ بیٹھ کر جاوے، اس میں پیچھے وہ عورت ہو، بال ہوا میں اڑ رہے ہو اور بیٹھنے کا انداز بھی بے حیائی والا ہو، یہ سب غلط کام ہیں، شریعت میں ایسے کاموں کو پسند نہیں کیا گیا ہے، ہمارے محترم یوسف بھائی گودھرا والے ثم بارڈولی والے (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ قمرالزماں الہ آبادی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ وہ جو بندری کی طرح چمٹ کر جاتی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ گاڑی پر کیسے قابو ہوتا ہے، یہ انداز بیٹھنے کا، یہ بھی نہایت بے حیائی والا انداز ہے، ایسی حرکت گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

﴿مردوں جیسے کپڑے﴾

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو مردوں جیسے کپڑے پہننے کا شوق ہوتا ہے، اس کے متعلق بخاری شریف میں حدیث ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں جیسی مشابہت اختیار کرے اور لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں جیسی مشابہت اختیار کرے، اس لیے بہنو! مردوں جیسا لباس، مردوں جیسی اشکال اختیار مت کرو، حدیث شریف میں لعنت آئی ہے۔

﴿ایک واقعہ﴾

آج تو عورتوں کے کپڑے ہی ایسے ہو گئے ہیں کہ مرد اور عورت میں فرق ہی کرنا دشوار ہو گیا ہے، ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ایک مخلص بھولے بھالے اللہ والے مدرس کا

واقعہ ہے، وہ مرولی ریلوے اسٹیشن پر تھے، ٹرین آنے میں تاخیر ہورہی تھی، وہ سمجھے کہ پتہ نہیں میں جلدی میں آگیا یا ٹرین زیادہ تاخیر سے آرہی ہے، وہاں ایک نوجوان جیسا نظر آیا، مولانا مدظلہ نے اس کے قریب جاکر بھولے پن سے سادگی میں سوال کیا، بھائی! گھڑی میں کتنا وقت ہوا؟ تو اس نوجون جیسی شکل والی نے ناراضگی کے لہجہ میں کہا ''نظر نہیں آتا میں تو لڑکی ہوں'' آپ اندازہ لگائیے کہ عورتوں نے آج یہ جو جینس ٹی شرٹ وغیرہ لباس اپنائے ہیں ، وہ کیسے ہیں کہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ مرد ہے یا عورت فرق کرنا دشوار ہوگیا۔

﴿ایک نصیحت بھرا لطیفہ﴾

اردو میں ایک محاورہ ہے ''دامن داغدار ہونا'' کسی کی عزت اور پاک دامنی پر آنچ آدے تو کہتے ہیں ''دامن پر دھبہ'' لگ گیا، دامن داغدار ہوگیا اور نصیحت کے طور پر کہتے ہیں، اپنے دامن کو داغدار مت بناؤ، دامن پر دھبہ مت لگنے دو۔ لیکن میرے استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں آج تو دامن ہی نہیں رہا کہ دامن داغدار ہو، اس لئے کہ ٹی شرٹ میں دامن ہوتا ہی نہیں اور آج کل عورتوں میں خاص کر جوان بہنوں میں، بس اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے اس طرح بے حیائی والے لباس سے۔

﴿بے بی کٹ بال فیشن آگ کا انگارہ ہے﴾

اسی طرح بہنو! یہ مسئلہ بھی سمجھ لو کہ ہماری بہت ساری بہنیں اپنے خود کے اور اپنی لڑکیوں کے بال بے بی کٹ رکھتی ہیں، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

﴿ایک خاص نصیحت﴾

سمجھ لو! آپ بچپن سے چھوٹی چھوٹی اولاد کو دین کا عادی بناؤ، بچپن سے ان

کیStyle والی، فیشن والی زندگی کی عادت ڈالنا، آگے چل کر بڑا خطرناک ہوگا، دیکھو! آگ کا انگارہ، انگارہ ہوتا ہے، اس کو کوئی بڑا آدمی پکڑے گا تو بھی اس کا ہاتھ جلے گا اور چھوٹا بچہ پکڑے گا تو بھی اس کا ہاتھ جلے گا، یہ فیشن اور Western Style مغربی تہذیب والی زندگی آگ کا انگارہ ہے، اگر چھوٹی بچیاں اس کو ہاتھ میں لیں گی، تو وہ ان کی حیا اور شرم کو جلا کر خاک بنا دے گی، اس لیے اپنی چھوٹی بچیوں کے بال، کپڑے فیشن والے ہرگز ٹھیک نہیں ہے، اس لیے ''بچہ بچہ'' کہہ کر بات کو بھول مت جاؤ، غلط چیز چلنے مت دو، بچوں کو بھی بچپن سے عادی بناؤ، شریعت کے احکام پر عمل کیلئے۔

﴿قدرتی بال کو سنوارنا جائز ہے﴾

ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ نے آپ کو جو قدرتی بال دیے ہیں، آپ ان بالوں کو شوہر کو خوش کرنے کے لیے اچھے انداز میں ٹھیک ٹھاک رکھو، اس میں تیل ڈالو، سر کے بال میں تیل ڈالنا نبی ﷺ کی سنت ہے اور تیل لگانا بال اور دماغ کے لئے فائدہ مند بھی ہے، بس اتنی بات ملحوظ رہے کہ فاسقہ عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہونے پائے، فلمی عورتیں اور Modern عورتوں کی نقل نہ اتاری جائے، اور ضروری دینی کام میں خلل نہ آئے، اور نیت شوہر کا دل خوش کرنا ہو، اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

﴿آئی برو کروانا جائز نہیں ہے﴾

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو آئی برو کروانے کا شوق ہوتا ہے، آئی برو میں یہ ہوتا ہے، کہ آنکھوں کے اوپر جو بھنویں بنی ہوئی ہیں اس کے بال اکھاڑے جاتے ہیں، کاٹے جاتے ہیں اور پھر بالوں کی لکیر بنائی جاتی ہے، اس کو پتلا کیا جاتا ہے، دھاردار

بنادیا جاتا ہے، اور اس پر قسم قسم کے رنگ لگائے جاتے ہیں، میری بہنو! اس طرح آئی برو کروانا ہماری شریعت میں ہرگز جائز نہیں ہے، اس قسم کی عورتوں پر بخاری شریف کی ایک حدیث میں لعنت آئی ہے، چاہے شوہر کو خوش کرنا ہو، چاہے دلہن کو سنوارنا ہو۔

﴿عورت داڑھی کے بال نکال سکتی ہے﴾

دوسری بات یہ بھی سمجھ لو کہ بعض مرتبہ بہت سی عورتوں کو داڑھی کے بال نکل آتے ہیں، لیکن اس کو کسی پاؤڈر یا Cream سے صاف کرنا چاہیے، اسی طرح ہونٹوں پر اگر بال نکل آئے تو اس کو بھی صاف کر دینا بہتر ہے۔

﴿مصنوعی بالوں کو اصل بالوں کے ساتھ ملانا جائز نہیں﴾

ایک اور اہم مسئلہ جان لو! آپ کے بدن کے قدرتی بالوں کے ساتھ مصنوعی، بناوٹی بالوں کو ملانا، چاہے وہ بناوٹی بال مرد کے ہو یا عورت کے ہو، بناوٹی بال لگانا شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے، یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے کہ بناوٹی بال اصل بال کے ساتھ ملا کر دھوکہ میں ڈالنا چاہتی ہو۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کی حدیث جو بخاری شریف اور مسلم شریف میں موجود ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ کی لعنت ہے اس عورت پر جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی دوسرے کے بال ملادے اور عام طور پر مصنوعی، بناوٹی بال جوڑنے میں نیت ہوتی ہے کہ بال لمبے نظر آئے، اللہ کی لعنت ہے اسی طرح جو عورت کسی دوسری عورت کو کہے کہ تو میرے بال کے ساتھ دوسرے بال ملادے تو اس ملانے والی عورت پر بھی اللہ کی لعنت ہے، لہٰذا اس طرح بالوں کو جڑوانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے جو بال آپ کو دے رکھے ہیں اسی کو حفاظت سے رکھو۔

﴿اللہ تعالیٰ کی لعنت کی حقدار عورتیں، وِگ پہننا﴾

(۱) بعض عورتیں وِگ پہنتی ہیں، یہ اگر انسانوں کے بالوں کی وگ ہے تو ہرگز جائز نہیں ہے، حرام ہے، ایسی وگ اپنے سر پر لگانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

(۲) بعض بہنیں بیوٹی پارلر میں جاکر اپنے دانتوں کو خاص طور پر گھسوا کر سجاتی ہیں، یعنی دو دو دانتوں کے بیچ میں گھسوا کر درمیان میں جگہ کھلواتی ہیں، تاکہ دو دانت کے درمیان جگہ کھلے اور دو دانتوں کے بیچ کشادگی نظر آوے اور حسن میں زیادتی نظر آوے، سن لو ! جو عورت اس طرح دانتوں کے بیچ میں جگہ کھلواتی ہے، ایسی عورت پر اللہ کی لعنت ہے، بخاری شریف میں حدیث ہے، کہ لعنت ہے اس عورت پر جو اس طرح حُسن اور خوب صورتی کے لیے دانتوں کے درمیان میں کشادگی کروائے، یہ اللہ کی خلقت بدلنے والی عورت ہے، اس لیے اس طرح دانتوں کے درمیان میں گھسوا کر جگہ کروانا جائز نہیں ہے۔

﴿میکپ کی جائز مقدار﴾

ہاں چہرے پر میکپ کرنا جائز ہے، لیکن اس میں ایک بات کا خیال رہے، کہ جو کریم تم لگاؤ اس میں سُوَر یا مردہ جانور کی چربی نہ ہو، ورنہ حرام چربی ملا ہوا ہرگز استعمال نہ کرے، اگر ایسی کوئی حرام چیز ملی ہوئی نہ ہو تو ایسا پاؤڈر یا کریم استعمال کر سکتی ہو اور اگر اس میں حرام چیز ملی ملائی تو گئی، لیکن اس کو کیمیکل وغیرہ سے بدل دیا گیا ہو جس کو حقیقت یا ماہیت بدلنا کہتے ہیں، تو پھر ایسی کریم بھی استعمال کرنا جائز ہے۔

﴿لپسٹک لگانا کیسا ہے؟﴾

ہماری بہت ساری بہنیں لپسٹک (لالی) استعمال کرنے کی شوقین ہیں، اس میں بھی مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر حرام چیز کی بنی ہوئی ہے، تو اس سے اپنے آپ کو بچاؤ، ایسی لالی

مت لگاؤ، اور اگر حلال چیز کی ہے، تو اس میں یہ مسئلہ دھیان میں رکھے کے لپسٹک (لالی) اتنی زیادہ لگا دے یا اس طرح ہو کہ وضو اور غسل کا پانی ہونٹ کی چمڑی کو نہ لگے تو ایسی لپسٹک استعمال نہ کرے، اس سے وضو اور غسل نہ ہوگا، ہاں! اگر پانی پہنچ جاتا ہو تہ نہ جمتی ہو تو لگا سکتے ہیں، باقی استعمال کر سکتے ہیں یا پہلے وضو اور غسل کر لے اس کے بعد تھوڑی ہلکی ہلکی لپسٹک شوہر کے لئے استعمال کرے تو یہ جائز ہے۔

﴿ناخن پر لال رنگ﴾

اسی طرح بہت ساری بہنوں کو نیل پالش کا شوق ہے، کہ وہ اپنے ناخن کو رنگ والا بناتی ہے، اور قسم قسم کے کلر سے ناخن کو رنگا جاتا ہے، تو اس میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ جو نیل پالش مارکیٹ میں ملتی ہے، وہ اگر Oil Colour والا ہو، جس کی وجہ سے ناخن پر کلر کی تہ لگ جاوے، جس کی وجہ سے وضو اور غسل کا پانی ناخن تک نہ پہنچتا ہو، تو ایسی نیل پالش کو استعمال نہ کرے، اس کی وجہ سے تمہارا وضوء اور غسل نہ ہوگا اور عورت ناپاک ہی رہے گی اور نماز صحیح نہ ہوگی، مہندی سے اپنے ناخن کو لال رکھو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿چالیس دن سے زیادہ ناخن رکھنے کی اجازت نہیں﴾

بعض بہنیں اپنی انگلیوں کے ناخن لمبے رکھتی ہیں خاص کر پہلی اور آخری انگلی کے، تو دیکھو! ہر ہفتے میں ایک مرتبہ ناخن کاٹ لینے چاہیئے اور زیادہ سے زیادہ چالیس /۴۰ دن رکھنے کی اجازت ہے، اس کے اوپر اکتالیسواں دن نہ ہونا چاہیئے اور اگر ناخن لمبے رکھے ہوئے ہیں، تو اس میں خاص خیال رکھو کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جانا چاہیئے، تا کہ وضو اور غسل مکمل ہو جائے، ناخن کو زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک رکھنے کی اجازت ہے، اس سے زیادہ بڑھانے کی اجازت نہیں ہے۔

﴿مہندی استعمال کرنا جائز ہے﴾

مہندی لگانے کی اجازت ہے، بلکہ عورتوں کو مہندی لگانی چاہئے اور یہی مہندی اگر کسی کے بال سفید ہوگئے ہو تو سر پر لگانا بھی جائز ہے اور اسمیں کوئی چیز ملادی جائے جس سے رنگ گہرا Dark ہوجاوے، وہ بھی جائز ہے، البتہ کالا نہ ہوجاوے اس کا خیال رہے۔

﴿زیورات کس حدتک جائز ہے﴾

اس کے بعد زیورات کا بھی مسئلہ سمجھ لو، کہ آپ کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات پہننا جائز ہے، لیکن یہ یادر کھے کہ زیور پہن کر آپ میں تکبر اور گھمنڈ نہ آئے، کہ میں بہت مالدار کی عورت ہوں اور بہت مالدار کی بیٹی ہوں، میں نے کتنا اچھا زیور پہن رکھا ہے، زیور پہن کر کسی غریب عورت کو حقیر نہ سمجھنا اور کسی کا دل مت جلانا، خالی Show دکھانے کی نیت سے اور اپنے آپ کو مالدار بنانے کی نیت سے زیورات کو ہرگز مت پہننا، حدیث میں آیا ہے: حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں، کہ جو عورت ظاہر کرنے یعنی دکھلاوے کے لیے زیورات کو پہنتی ہے ایسی عورت کو عذاب دیا جائے گا، ہماری بعض بہنیں دوسروں کو اپنے زیورات دکھانے میں اتنی Expert ماہر ہوتی ہیں، کہ اگر لمبی آستین والا کرتہ پہنا ہوا ہو اور اس کے نیچے اگر چوڑیاں پہنی ہوئی ہو تو اس کو ظاہر کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ کریں گی، ''بہت گرمی لگتی ہے'' اس طرح بول کر اپنی آستین کھولے گی اور اس طریقے سے اپنے زیور دوسروں کو دکھلائے گی، بعض مرتبہ عورتوں کے مجمع میں بیٹھ کر گرمی کا عذر کر کے کان اور گلا کھول دیں گی اور زبان سے بولے گی بہت گرمی لگ رہی ہے اور مقصد زیور دکھانا ہوتا ہے، تو صرف اسی نیت سے پہننا اس کے بارے میں حدیث میں وعید آئی ہے اس نیت سے زیور نہ پہننا چاہیے اور ایک بات آپ کو بتاؤں، دکھاوا نمائش کی نیت نہ ہو تو عورتوں کے لیے زیوارت پہننا جائز ہے، لیکن نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، کہ

اگر تم جنت کا زیور اور جنت کا ریشم پہننا چاہتے ہو تو دنیا میں اس کو مت پہنو، اگر ہمت ہو تو اس پر بھی عمل کر کے دیکھ لو خیر! یہ تو بہت بڑی اور اونچی ہمت والی بہنوں کی بات ہے۔

﴿کونسا زیور پہننا جائز ہے﴾

زیورات میں ایک خاص بات یہ ہے، کہ جس زیور میں سے آواز نکلتی ہو یعنی جو زیور بجتا ہو ایسا زیور نہ پہننا چاہیے، جیسا کہ پاؤں میں پازیب پہنی ہو اور اس میں سے آواز نکلتی ہو تو ایسی پازیب پہننا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

﴿گھنٹی والے پازیب پہننا منع ہے﴾

چنانچہ حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث ہے، حضرت لباب ؓ ارشاد فرماتی ہیں، کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر تھی اور واقعہ یہ ہوا، کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لیکر حضرت عائشہؓ کے پاس آنے لگی اور وہ چھوٹی لڑکی پاؤں میں چھانجھن پہنے ہوئی تھی اور اس میں سے آواز آرہی تھی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کہ اس لڑکی کے چھانجھن کو جب تک نہ کاٹے جائے، میرے پاس مت آنے دینا، اس لیے کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے، کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو اس کے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، اور ایک حدیث میں ہے، کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو وہ شیطان کے باجے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، اس لیے اس قسم کے آواز والے زیور مت پہنو، اس میں یہ خیال بھی رکھو کہ بعض زیور ایسے ہوتے ہیں، کہ ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر اس میں سے آواز نکلتی ہے، تو اس قسم کے زیور پہننے سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہیے، سورۂ نور میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے " ولا یَضرِبنَ بِاَرجُلِهِنَّ " کہ اپنے پیر کو زمین پر چلتے وقت اتنے زور سے مت مارو، کہ جس سے تمہاری زینت سامنے آجائے، بہنو! شیطان بہت خطرناک ہے، کہ جب آپ کے زیور میں سے آواز نکلتی ہے تو وہ مردوں کے دلوں کو للچاتا ہے اور مردوں

کے دلوں میں حرام خواہش پیدا کرتا ہے۔

سونے چاندی کے علاوہ کے زیورات

آج کل مصنوعی چیزوں کا دور ہے، پلاسٹک، المونیم، تانبے، پیتل وغیرہ کے زیورات آرہے ہیں، اس کے متعلق ضروری ہدایات۔

(۱) پلاسٹک اور کانچ اور دیگر دھاتوں کی چوڑیاں پہننا جائز ہے۔

(۲) انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے، اس کے سوا کسی بھی دھات کی انگوٹھی جائز نہیں ہے، اس لئے اگر ہماری کسی بہن کے پاس سونے چاندی کے علاوہ دوسرے دھات کی انگوٹھی ہو تو اس کو گھر جا کر پھینک دو، آج ہی اس کو گھر سے نکال دو۔

(۳) انگوٹھی میں جو نگینہ لگایا جاتا ہے پتھر کا وہ جائز ہے۔ لیکن پتھر کے بعض نگینہ کے لئے غلط عقیدے بھی چلتے ہیں، اس لئے خاص خیال رکھو کہ کسی پتھر کے نگینہ میں ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں ہے، البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں جس چیز میں چاہتے ہیں، تاثیر پیدا فرماتے ہیں اور جب چاہے تاثیر ختم فرمادیتے ہیں، بعض عامل لوگ اس طرح کی باتیں لوگوں کو کہتے ہیں، جس سے لوگوں کے عقیدے بگڑتے ہیں، اس لئے اس کی طرف دھیان نہ دیں۔

عورتوں کو خریداری کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے

لیکن ایک خاص بات یاد رکھنا چاہیے، کہ جب تم بازار میں زیور وغیرہ خریدنے کے لیے جاؤ تو دوکان والے سے ہنس ہنس کر باتیں نہیں کرنی چاہیے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا، کہ وہ اپنے ہاتھ سے آپ کے ہاتھ میں چوڑیا پہنائے یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے، اس میں دونوں طرف حرام، شہوت بھری لذت اور بلا ضرورت ستر والے اعضاء کو کھولنا اس سے ناجائز تعلقات بھی وجود میں آتے ہیں، رمضان کے آخری عشرہ میں ہماری بہنیں عید کے

لئے زیورات کی خریدی میں بازاروں کے چکر لگاتی ہیں، اور دوسرے دنوں میں بھی یہ چکر چلتے رہتے ہے، اس میں بے پردہ، ضرورت سے زیادہ چکر، یہ سب غلط اور گناہ کے کام ہیں اور Matching کے چکر نے تو وقت اور مال دونوں نعمت کو بہت ضائع کر رکھا ہے، ان چیزوں سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، محرم مرد کے ساتھ مکمل شرعی پردہ میں بوقت ضرورت بقدر ضرورت بازار جاؤ، پرائے مرد سنار کا ہاتھ تمہارے بدن سے نہ لگے اس کا خیال رکھو، یہ بہت ضروری ہے، بہر حال دوسرے دھاتوں کے زیور پہننا جائز ہے۔

﴿ناک کان میں سوراخ اور گلے میں لاکیٹ پہننا کیسا ہے؟﴾

ناک اور کان میں سوراخ کروا کر زیور پہننا جائز ہے اور آپ گلے میں لوکیٹ پہنتی ہو نیکلیس کے ساتھ، ہار کے ساتھ اور اس کے لئے زیادہ سوراخ بھی کروا سکتے ہیں، بلکہ ہمارے ایک بزرگ یوں فرماتے تھے کہ ہماری بہنوں کو زیورات کی محبت ایسی ہے کہ پورے بدن میں سوراخ کروانے پڑے تو بھی اس کے لئے تیار ہو جاوے گی، اس میں خاص خیال رکھو کہ آج کل ہماری بہت ساری بہنیں قرآن کی آیت والا، اللہ کے نام والا، لاکیٹ پہنتی ہیں، یہ مناسب نہیں ہے، لوکیٹ پہن کر بیت الخلاء Toilet یا باتھ روم Bathroom میں، غسل خانہ میں جانا یہ بہت بڑی بے ادبی کی بات ہے، ایسے لاکیٹ کے ساتھ ستر کھولنا بھی بے ادبی ہے، اس لیے ایسا لوکیٹ نہ پہننا چاہیے۔

﴿حروف مقطعات والی انگوٹھی﴾

اور ایک انگوٹھی تعویذ والی ہوتی ہے جس میں حروف مقطعات لکھے رہتے ہیں اور اس کے بڑے بڑے فائدے بیان کیے جاتے ہیں، تو ایسی انگوٹھی ہمارے ہاتھ میں ہوتی ہے تب بھی ہم کو یاد نہیں رہتا اور ہم اسی کے ساتھ غسل خانہ، بیت الخلاء میں چلے جاتے ہیں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کو نہ پہنا جائے۔

﴿عورتوں کو کیسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے﴾

خوشبو اور پرفیوم لگانے کے بارے میں حدیث میں آتا ہے، کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہو جس کی خوشبو ظاہر ہو یعنی دوسروں کو بھی پہنچ رہی ہو اور اس کا رنگ ظاہر نہ ہو، اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیئے کہ جس کی خوشبو کا رنگ نظر آوے لیکن اس کی خوشبو ظاہر نہ ہو، ابوداؤد شریف اور ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے، کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہر آنکھ زنا کار ہے، یعنی جو آنکھ گندی نظر ڈالتی ہے وہ زنا کار ہے اور آگے حدیث میں ارشاد فرمایا: کوئی عورت ایسی خوشبو لگا کر (جس کی خوشبو پھیلتی ہو اور مردوں کے ناک میں جاتی ہو) اور وہ مردوں کی محفل سے گزرے وہ عورت ایسی، ایسی ہے یعنی زنا کار ہے، ایسی عورت کو حدیث میں زنا کار کہا گیا ہے، طبرانی میں ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کی حدیث ہے، کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب کوئی عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر جاتی ہے اور مرد اس کو دیکھتے ہیں تو اللہ ایسی عورت سے مسلسل ناراض رہتے ہیں جب تک کہ وہ عورت واپس گھر میں نہ آجائے۔

﴿کونسا پرفیوم استعمال کرسکتے ہیں﴾

اس لیے، بہنو! بہت لائٹ خوشبو جو صرف آپ کا شوہر سونگھ سکے، ایسی خوشبو کے علاوہ دوسرا کوئی پرفیوم استعمال نہ کرے اور پرفیوم میں بھی یہ خیال رکھو، کہ اس میں حرام چیز نہ ہو۔

﴿بالوں کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا جائز نہیں ہے﴾

ناف کے نیچے کے بال ہر ہفتہ صاف کرلینا چاہیئے، زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک اس کی گنجائش ہے، اس کے بعد جائز نہیں ہے، گناہ ہے، اس لیے ان بالوں کو اور بغل کے بالوں کو ایک ہفتے میں یا زیادہ سے زیادہ پندرہ دن میں صاف کرلینا چاہیئے، عورتوں کے لئے ان بالوں کو صاف کرنے کے لیے پاؤڈر یا کریم استعمال کرنا زیادہ اچھا ہے، اگرچہ

بلیٹ استعمال کرنا بھی جائز ہے لیکن افضل نہیں ہے۔

﴿عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں﴾

ہماری بہت ساری بہنوں کو ہل والے جوتے پہننے کا شوق ہوتا ہے، کہ اونچی اونچی ہل والے جوتے پہنتی ہیں تو ایسا جوتا پہننا جائز تو ہے لیکن یاد رکھو کہ ہمارے جوتے ایسے ہو کہ وہ مردوں جیسے نہ ہو، اسلئے جو جوتے خاص عورتوں کے لیے بنے ہوئے ہوتے ہیں اسی کو استعمال کرنا چاہیئے، حضرت عائشہؓ سے کسی نے سوال کیا، کہ ایک عورت ایسی ہے کہ جو مردوں جیسے جوتے پہنتی ہو تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے، یہ حدیث میں موجود ہے۔

﴿خلاصہ کلام﴾

بہنو! یہ کچھ موٹے موٹے مسائل جو ضروری تھے آپ کے متعلق تھے عرض کردیے، ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ نے آپ کو فطری طور پر حُسن دیا ہے اس حسن کی قدر و قیمت سمجھو اور غلط زینت اور غلط راستے پر مت جاؤ، انشاء اللہ، اللہ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائے گا، آج جو ماحول بن رہا ہے کہ ہماری بہنیں دوسرے مردوں کو للچانے اور اپنے آپ کو حسینہ دکھانے کے لیے فیشن اور میکپ کرتی ہے اور اچھے کپڑے پہنے جاتے ہیں یہ سب خطرناک گناہ اور برائی کے کام ہیں، اس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور یہ مسائل جو بتائے ہیں وہ بہت ہی اہم بھی ہیں اور بہت نازک بھی ہیں، لہذا ان مسائل کو خوب سمجھ کر اس پر عمل کرو اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لینا چاہیئے، اللہ ہمیں صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿جمعہ کے چند فضائل، جمعہ کے چند اعمال﴾

حدیث میں آتا ہے جمعہ کا دن بہت فضیلت والا دن ہے، اس لیے گھر جا کر یہ

کوشش کرو کہ صلاۃ التسبیح پڑھیں، یہ نماز بہت برکت والی نماز ہے، اور جمعہ کے دن اس کو پڑھنے میں ثواب زیادہ ملتا ہے، اگر اس نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو جاننے والی بہنوں سے اس کا طریقہ سیکھ کر جاؤ۔

سورۂ کہف کی فضیلت

(۲) دوسرا کام: سورۂ کہف کی تلاوت کرو، حدیث میں آتا ہے: جو جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے، اس کے ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، یعنی پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور قدم سے لیکر آسمان کی بلندی تک نور رہوگا اور وہ نور قیامت کے دن اس کو کام آئے گا، اور جمعہ کو سورۂ کہف پڑھنے سے اللہ تعالی اس کی آٹھ روز تک ہر فتنوں سے حفاظت کرے گا، اور اگر دجال نکلا تو اس کے فتنے سے حفاظت ہوگی، اس لیے ہر جمعہ کو اسکے پڑھنے کی عادت بنادو۔

سورۂ کہف کی اور ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں اور ایک حدیث میں آخری دس آیت کا ذکر ہے، کہ اس کو زبانی یاد کرلو تو اتنا بڑا اس کا فائدہ ہے، کہ دجال کے فتنے سے اللہ تعالی حفاظت فرماویگے، دجال کا فتنہ جو بڑا خطرناک فتنہ ہے، اس لیے ان بیس آیتوں کو یاد کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، (یعنی پہلی اور آخری دس دس آیتوں کو یاد کرلو)

درود شریف کی فضیلت

(۳) تیسرا کام: جمعہ کے دن زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کرو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے، کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے ۸۰/ مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے " **اللهم صلی علی محمد ن النبی الامی وعلی اله وسلم تسلیما** " جس نے اس کو پڑھ لیا اللہ تعالی اس کے ۸۰/ سال کے گناہوں کو معاف کریں گے اور ۸۰/ کا سال عبادت کا ثواب لکھا جائے گا، اور یہ

ہمیشہ کی عادت بنادینی چاہیئے۔

﴿جمعہ کی ایک مقبول گھڑی﴾

(۴) چوتھا کام: جمعہ کے ایک دن ایک گھڑی آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں، تجربہ کار اہل دل علماء فرماتے ہیں کہ وہ گھڑی جمعہ کی اذان کے بعد، اسی طرح خطبہ سے پہلے اور عصر اور مغرب کے درمیان ہونے کی بڑی امید ہے، اس لئے ان اوقات میں دعاء میں مشغول رہو اور اس کا اہتمام ہر جمعہ کو ہونا چاہیئے چاہے رمضان ہو چاہے نہ ہو، اللہ ہم سب کو صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور جمعہ کا دن وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

﴿جمعہ کی سنتیں﴾

جامعہ ڈابھیل اور دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم کے بعد ۱۹۹۳ء میں جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے تدریس کا سلسلہ شروع ہوا، دارالعلوم ہدایت الاسلام عالی پور میں پہلے سال طحاوی شریف کے درس کا موقع ملا، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی مرتب کی ہوئی شرح ''امانی الاحبار'' سے استفادہ کا موقع ملا، حضرت نے جمعہ کا باب جہاں شروع ہوتا ہے، وہاں جمعہ کی سنتیں تفصیل سے بتلائی ہے، وہ صرف آپ کو گنوا دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ عمل آسان فرمائیں۔

(۱) جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الـم تـنـزيـل اور سورۂ ھود یعنی ھل اتی پڑھنا یا سورۂ جمعہ یا سورۂ منافقون پڑھنا۔ (۲) غسل کرنا۔ (۳) خوشبو لگانا۔ (۴) مسواک کرنا۔ (۵) اچھے کپڑے پہننا۔ (۶) مسجد میں جلدی جانا۔ (۷) امام کے نکلنے اور خطبہ دینے کے وقت تک ذکر و عبادت میں مشغول رہنا۔ (۸) سورۂ کہف پڑھنا۔ (امانی الاحبار ۴/۱۳۸)

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

﴿5﴾

گناہوں سے معافی

اس بیان کے چندہ

جواہر پارے

	☙
	☙
	☙
	☙
	☙
	☙
	☙

﴿۵﴾

گناہوں سے معافی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًاوَّنَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَایَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًااَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَامُحَمَّدٍوَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ......

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ؕ (پارہ۲۸،ع۲۰)

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ

(پارہ۲۴،ع۳)

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ، اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا... یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا...وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا ؕ

(پارہ۲۹،ع۹)

﴿اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت گناہوں پر معافی﴾

اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے لیے ایک بہت بڑی نعمت عطاء فرمائی ہے، وہ نعمت یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کرتا ہے، یہ انسان ہے گنہگار ہے، برائی میں زندگی گزارتا ہے، لیکن جب وہ اپنے مالک کے سامنے معافی مانگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے گناہوں کا معاف کر دینا یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دیتے ہے ہمارے گناہ لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں فرماتے ہے ورنہ پہلے زمانے میں، بنی اسرائیل کے زمانے میں یہ معمول تھا، کہ جب کوئی آدمی مرد ہو یا عورت گناہ کرتے تو اس کے دروازے پر لکھ دیا جاتا تھا، کہ اس نے آج رات اندھیرے میں فلاں گناہ کیا ہے، یعنی اس کے گناہ کا اعلان ہو جاتا اور دروازہ پر لکھ دیا جاتا، اللہ کا یہ عجیب نظام تھا لیکن ہمارے آقا حضور ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ کی ہمارے اوپر بہت بڑی رحمت ہے اور برکت ہے، اللہ اس امت کے گناہوں کو اس طرح لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں فرماتے، اللہ ہمارے گناہوں پر ستاری کا معاملہ فرماتے ہے۔

﴿خود اپنے گناہ کو ظاہر کرنا﴾

ہاں! اگر کوئی بندہ یا بندی خود اپنے گناہوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے یہ تو خود اس بندہ کا قصور ہے، بلکہ یہ بھی ایک گناہ ہے اور میری بہنو! یہ بہت ہی بُری عادت ہے اگر ہم میں سے کسی کی عادت ہو، تو اس کو چھوڑ دو، کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے گناہوں کو چھپائے اور ہم خود اپنے گناہ لوگوں کے سامنے بیان کرتے پھرے! اللہ اس سے بہت ہی ناراض ہوتے ہے، جیسے کہ بعض ہماری بہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ آپس میں اپنے گناہوں کا تذکرہ کرتی رہتی ہے، کہ میں نے فلانی فلم دیکھی، اس میں ایسا ایسا دیکھا، پھر دوسری بہن بھی اسی طرح اپنے گناہوں کو بیان کرنا شروع کرتی ہے، اپنے معاشرہ کی داستان، اپنے معشوق کی خوبیاں فخریہ انداز میں بتائی جاتی ہیں، یہ خطرناک درجہ کا گناہ ہے، کہ گناہ کا احساس گناہ کی برائی

تک دل سے نکل جاوے، یہ عادت بہت خطرناک ہے کہ ہم گناہ کر کے ایک دوسرے کے سامنے بیان کردے اس سے فوری طور پر توبہ کرنی چاہیئے۔

﴿ایک خاص دعاء﴾

میں آپ کو دعاء کے بارے میں ایک بات بتادوں کہ جب تم دعاء مانگو، تو اللہ کے سامنے یہ بات بھی کہہ دو، کہ اے اللہ! تو نے جس طرح دنیا میں میرے گناہوں پر ستاری کا معاملہ فرمایا ہے، اسی طرح تو کل قیامت کے دن بھی لوگوں کے سامنے میرے گناہوں کو چھپا کر رکھنا، ان کے سامنے میرے گناہ ظاہر مت کرنا کہ اس وقت تو میرے گھر والے میرے ماں باپ، بھائی، بہن اسی طرح دوسرے رشتہ دار بھی ہوں گے، تو ان کے سامنے مجھے ذلیل مت کرنا۔

﴿عجیب سوچنے کی بات﴾

میری بہنو! تھوڑی دیر کے لیے سوچو کہ اللہ کل قیامت کے دن ہمارے گناہوں کو ان سب کے سامنے ظاہر کر دے گا، تو ہماری کتنی ذلت ہوگی، ہم کتنے پریشان ہوں گے اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ ہمارے حضور ﷺ نے کتنی تکلیف اٹھا کر اس امت کے واسطے دعائیں کی ہے، کتنی تکلیف سے دین ہم تک پہنچایا، اتنے بڑے محسن ہمارے آقا حضور ﷺ کے سامنے جب ہمارے گناہ ظاہر ہوں گے تو ہمارے آقا حضور ﷺ کو کتنی تکلیف ہوگی اور خود ہماری ذلت اور ہماری رسوائی کا کیا حال ہوگا؟

﴿"ستّار" کے معنی﴾

اس لیے اللہ کے ننانوے (۹۹) ناموں میں ایک نام 'ستّار' بھی ہے اور ستار کے ایک معنی ہوتے ہے جو بندوں کے گناہوں کو چھپائے، تو اپنی دعاؤں میں کہو، اے ستار!

اے اللہ! اے گناہوں کو چھپانے والے! تو نے دنیا میں ہمارے گناہوں کو چھپایا ہے قیامت کے میدان میں بھی ہمارے گناہوں کو چھپائے رکھنا، کسی کے سامنے ہمارے گناہوں کو ظاہر مت کرنا۔

﴿گناہوں سے معافی کا طریقہ﴾

اب میں آپ کو بتاؤں کہ گناہوں سے معافی کیسے مانگے؟ حدیث کی ایک کتاب ہے ''ریاض الصالحین'' جس کے مصنف ہے، امام نوویؒ، جو بہت بڑے اونچے درجے کے محدّث بھی ہے، انہوں نے گناہ کی معافی کے لیے چند باتیں لکھی ہے، اس کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

اس میں سے پہلی بات (۱) معافی اور استغفار کے لیے ضروری ہے جس گناہ کی عادت پڑی ہوئی ہے اس کو پہلے چھوڑ دے، آج ہمارا حال یہ ہے کہ گناہ کرتے بھی ہے اور ساتھ میں توبہ بھی کرتے ہیں، اس کی ایک مثال (Examzampal) یہ ہے کہ کوئی عورت بغیر پردے کے گھر کے باہر نکلے اور اس کو کسی نوجوان نے دیکھا اور دیکھ کر اپنا ہاتھ اپنے منھ پر مار رہا ہے اور کہہ رہا ہے، کہ کیسی بے پردہ یہ عورت جارہی ہے! اب یہ نوجوان ایک طرف بے پردہ عورت کو دیکھ بھی رہا ہے اور پھر کہہ رہا ہے 'توبہ، توبہ' تو یہ کیسی توبہ ہے؟ اسی طرح ایک بہن ٹی وی دیکھ رہی ہے اور دوسری بہن اس کے پاس جا کر ٹی وی دیکھنا شروع کردے اور پھر کہے ارے بہن ''توبہ توبہ'' یہ عورت بے پردہ جارہی ہے تو یہ کیا دیکھ رہی ہے؟ تو میری بہنو! اس کا نام توبہ نہیں ہے یہ تو ایک قسم کی مذاق ہے کہ خود تو دیکھنے میں شریک ہو جائے اور پھر اس کو تعجب سے کہنے لگے، کہ توبہ توبہ کیا کر رہے ہو۔

﴿ایک تعجب خیز بات﴾

ایک ہماری دینی بہن اپنے گھر کی بات بتا رہی تھی کہ ہمارے گھر میں ٹی۔وی آ گیا

ہے، یہ بہت برا ہوا ہے، گھر میں سب لوگ فلم دیکھتے رہتے ہیں، بس میں تو وہاں بیٹھ کر ہاتھ میں تسبیح لیکر استغفار پڑھتی رہتی ہوں، میں نے عرض کیا یہ کوئی بات ہوئی؟ گھر والوں کو سمجھاؤں، روکنے کا کام کرو، کوئی سنتا نہیں، مانتا نہیں تو الگ کمرے میں چلے جاؤ، یہ کیا بات ہوئی وہی بیٹھے ہیں، دیکھ بھی رہے ہیں اور استغفار اور تسبیح بھی ہو رہی ہے، حقیقت سے لگ رہا ہے کہ آپ کو بھی دیکھنے کا مزہ آ رہا ہے۔

﴿گناہ کا ایک ہی حل اس کو چھوڑ دو﴾

یہ عادت غلط ہے اس لیے سب سے پہلے اس گناہ کو چھوڑنا پڑے گا، بلکہ اس کے لیے یہ کام کرو کے گھر میں بیٹھ کر ایک فہرست تیار کرو، کہ میں نے میری زندگی میں کتنے گناہ کی عادت ہے، سب گناہوں کی فہرست بنانے کے بعد گناہ چھوڑنے کا کام شروع کرو اور جو گناہ چھوٹ جائے تو فہرست میں اس گناہ کو مٹا دو کے میں نے یہ گناہ چھوڑ دیا، اس طرح ہر ہر گناہ کو چھوڑ کر سب پر نشان لگا دو، خلاصہ یہ ہوا کہ گناہ سے معافی کے لئے پہلی شرط ہے گناہ کو چھوڑ دینا۔

﴿ایک مثال﴾

اس کی بھی ایک مثال سمجھ لو کہ بیت الخلاء میں ایک سکہ گر جائے اور اس سکہ کو جس ناپاکی میں گرا ہے اس میں سے نکالے بغیر آپ اس پر پانی بہاؤ، تو وہ پاک نہیں ہوگا، لیکن اس سکہ کو اس ناپاکی سے باہر نکال دیا اور تھوڑا ہی پانی ڈال دو گے وہ پاک ہو جائے گا، بس یہی حال ہمارے گناہوں کا ہے، کہ گناہ کی گندگی میں ہمارا دل کالا ہوتا رہے، اور ہماری زبان گناہوں کی ناپاکی میں ملوث رہے اور ہم اس پر توبہ کا پانی ڈالے تو وہ گناہ کیسے ختم ہوگا؟

(۲) گناہوں سے معافی کی دوسری شرط: کہ اللہ کے سامنے ندامت اور شرمندگی ہو کہ اے اللہ! میں نے تیری نافرمانی کی ہے، میں نے گناہ کیے ہے اس طرح دل میں

شرمندگی ہو، دل میں گناہ کرنے کی وجہ سے تکلیف بھی ہو، لیکن میری بہنو! آج بڑی تکلیف یہ کہ ہم گناہ بھی کرتے ہے اور اس گناہ سے شرماتے بھی نہیں اور نہ دل میں اس کے بارے کوئی رنج اور تکلیف ہوتی ہے، ایک سیدھی سی بات ہے کہ شوہر کی نافرمانی ہوجاتی ہے تو دن میں دس مرتبہ (Sorry) کہتے ہیں کہ میری بھول ہوگئی، مجھے معاف کردو اور اس کے بارے ہم کو بے چینی ہوگی، دل میں تکلیف ہوگی کہ جب تک ہمارا شوہر راضی نہ ہوجائے ہمارے دل کو سکون حاصل نہیں ہوتا، تو ایک شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے پریشان ہوتی ہے، تو پھر ہم اللہ کی نافرمانی کرے اور ہم کو اتنی بے چینی کیوں نہیں ہوتی ہے؟ افسوس ہے ہماری اس زندگی پر کہ دنیا کے لوگوں سے ڈرتے ہیں اور اللہ کا کوئی ڈر ہم کو نہیں ہے، میری بہنو! "التوبة الندم" کہ ندامت کہتے ہیں، شرمانے اور پچھتانے کو۔

(۳) توبہ کی تیسری شرط: آئندہ گناہ نہ کرنے کا اللہ سے پکّا وعدہ، کہ اے اللہ میں نے تیری نافرمانی کی ہے، اب میں آئندہ کبھی بھی اس گناہ کو نہ کروں گی، اللہ سے سچا وعدہ کرلو، یاد رکھو توبہ کرلی، اللہ تعالیٰ سے وعدہ بھی کرلیا۔

علامہ رومیؒ نے مثنوی میں ایک شعر کہا ہے ؎

توبہَ کردم حقیقت با خدا
نہ شکنم تاں جان شود از تن جدا

اے اللہ! میں نے تیرے دربار میں توبہ کی ہے، ایسی سچی اور حقیقی توبہ کی ہے کہ اب میرے بدن سے جان نکل جائے تب بھی، میں دوسری بار گناہ نہ کرونگا، تو ہم بھی اللہ سے ایسا پکا وعدہ کرے۔

﴿بار بار توبہ﴾

لیکن پھر بھی گناہ ہوگیا اور نہ کرنے کا وعدہ ٹوٹ گیا، کہ ہم انسان ہے ہم سے بھول

ہو جاتی ہے، تو پھر دوسری مرتبہ توبہ کر کے اللہ سے سچا وعدہ کرلو اور اس گناہ کو چھوڑ دو، اور گناہ نہ کرنے کا وعدہ اللہ سے پھر کرلو، اللہ بڑے رحمٰن ہے وہ بار بار آپ کو معاف کرے گا، شرط یہ کہ وعدہ پکا ہو۔

غرض بندہ کمزور ہے، اس کا ارادہ بھی کمزور ہے، اس کے وعدے بھی کمزور ہے، سچی پکی توبہ کے بعد نفس شیطان کے چکر میں پھنس کر انسان گناہ کر لیتا ہے، تو پھر سچی پکی توبہ کرلو ،لیکن یاد رہے کہ توبہ پکی ہو اور آئندہ نہ کرنے کا پکا ارادہ ہو، یہ ضروری ہے۔ یہ ہوئی تیسری شرط۔

(۴) توبہ کی چوتھی شرط: یہ کہ اگر گناہ ایسا ہو کہ جس کا تعلق انسان سے ہے، تو اس سے بھی معافی مانگ لو، مثلاً کسی کی غیبت کی ہے، یا کسی کو گالی دی ہے، کسی کو ستایا ہے، کسی کو پریشان کیا ہے وغیرہ، تو ان کے پاس جا کر معافی مانگ لو، اسی طرح کسی کی کوئی چیز چُرا لی ہو یا چھین لی ہو، تو چیز ان کو واپس کردو اور معافی مانگ لو۔

﴿بندوں کے حقوق ادا کرنا﴾

توبہ اور معافی کے لئے یہ بہت اہم اور ضروری ہے، کسی بھی انسان کا مرد ہو یا عورت کوئی حق ہمارے ذمہ ہو، اس کے ادا کرنے کا خاص فکر کرو، میراث کا حق باقی ہو وہ ادا کرو، قرض باقی ہو وہ ادا کرو، کرایہ کا مکان یا دکان ہے اور مالک مانگ رہا ہے تو اس کو دے دو۔ غرض ایک انسان کا دوسرے انسان پر جو حق ہوتا ہے، اس کو ادا کرنے کا پورا فکر کرو، حقوق کو ادا کرنا نفل حج وعمرہ اور نفلی خیرات کرنے سے بہت بہتر ہے، آج لوگ نفلی حج وعمرہ کرتے ہیں، خیرات کرتے ہیں، لیکن حقوق لوگوں کے ادا نہیں کرتے، یہ بہت غلط طریقہ ہے، حق ادا کرنے کا پہلے فکر کرو۔

﴿اللہ تعالیٰ کے حقوق﴾

اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے میں اگر کی کوتاہی ہوگئی ہو تو اس کو بھی پورا کرنے کا فکر کرو جیسے بالغ ہونے کے بعد کی فرض نماز میں قضاء ہوئی ہیں، رمضان کے روزے قضاء ہوئے ہیں، تو اس کو ترتیب سے پورا کرلو، بالغ ہونے کے بعد کی جو زکوۃ فرض ہوئی تھی لیکن ادا نہیں کی، اس کو حساب کرکے ادا کردی جائے، سجدۂ تلاوت باقی ہو اس کو ادا کرو، یعنی اللہ تعالیٰ کے فرائض عاجبات میں بالغ ہونے کے بعد کی جو کوتاہی ہوئی پہلے اس کو بھی ادا کردو۔

تو یہ کل چار شرطیں ہوئی معافی کی، (۱) جو گناہ کررہی ہو اس کو چھوڑ دو (۲) گناہ کرنے کے بعد دل سے شرماؤ (۳) آئندہ نہ کرنے کا پکا وعدہ کرلو (۴) کسی بندے کا اگر حق ہے اس سے معافی مانگ لو، جب ان چاروں شرطوں کو پورا کریں گے تو انشاء اللہ ہمارے گناہ معاف ہوجائیں گے، حضرت امام نوویؒ فرماتے ہے، کہ اگر اس میں سے ایک بھی شرط چھوٹ گئی تو پھر اللہ معاف نہیں کرے گا۔

﴿عجیب واقعہ﴾

اب ایک عجیب واقعہ آپ کو سنادوں: یہ واقعہ مشکوۃ شریف میں ہے، میں اس کا خلاصہ سناتا ہوں، حضرت نبی ﷺ کے مبارک زمانے کا قصہ ہے حدیث میں آتا ہے، کہ مدینہ میں ایک قبیلہ رہتا تھا اس قبیلہ کا نام ہے ''ازد'' اس قبیلہ کی ایک عورت حضرت نبی ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے ایک گناہ ہوگیا ہے، ایک غلطی ہوگئی کہ مجھے پاک کردیجئے، اس عورت سے زنا ہوگیا تھا اور اس گناہ کی وجہ سے وہ حاملہ (Pregent) ہوئی تھی یعنی پیٹ میں بچہ تھا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا واپس جا، اور اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کر، وہ عورت توبہ کی سچی طلب لے کر آئی تھی، آپ اس کو واپس جانے کے لئے فرمارہے ہیں، لیکن وہ اپنے اقرار پر اصرار کررہی ہے، مجھ سے گناہ ہو

گیا ہے، غلطی ہوگئی ہے۔

صحابہ سے غلطی کیوں کرائی گئی

(یہ واقعہ بیان ہو اس سے پہلے ایک خاص بات سن لو اور اس کو اپنے ذہن میں بٹھا دو) کہ صحابۂ کرام سے جو غلطیاں ہوئی ہیں، وہ غلطیاں اللہ کی طرف سے کرائی گئی ہے، اس لیے کہ وہ جو مبارک زمانہ تھا، وہ زمانہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ایک نمونہ تھا، اس لیے اللہ نے اس طرح کی غلطیاں صحابہ سے کروائی، تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کے واسطے سبق مل جائے کہ اس طرح کی غلطی اور گناہ ہو جائے تو شریعت میں اس کی صفائی اور توبہ کا کیا طریقہ ہے، یہ امت کو عملی طور پر بتانا ہے۔

بہر حال اس صحابی عورت کا قصہ یہ تھا، کہ اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ مجھ سے زنا ہوگیا ہے، اور اس کی وجہ سے حاملہ میں ہوگئی ہوں، وہ عورت حضور ﷺ سے کہہ رہی کہ مجھ سے گناہ ہوگیا ہے مجھے پاک کرو، سوچنے کا مقام ہے، کہ وہ عورت ایک گناہ سے پاک ہونے کے لیے کتنا تڑپتی ہے، اس کو گناہ سے پاک ہونے کی کتنی فکر ہے، جب کہ اس کو اس گناہ کی وجہ سے کوئی پولس پکڑنے نہیں گئی، بلکہ وہ خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی، کیسی ان لوگوں کی زندگی تھی کہ ایک گناہ کی وجہ سے بے قرار، بے چین ہو جاتی ہے۔

ایک واقعہ

اسی طرح کا واقعہ حدیث شریف میں آیا ہے، حضرت ماعز اسلمیؓ کا جس میں یہ بھی ہے کہ جب انہوں نے خود نبی کریم ﷺ کے سامنے آکر اقرار کیا کہ مجھ سے زنا ہوگیا، تو آپ ﷺ نے منھ مبارک پھیر لیا، اس طرح چار مرتبہ چار جانب جا کر وہ قرار کرتے رہے اور گناہ سے معافی کے لئے کوشش کرتے رہے، ایک روایت میں ہے کہ جب انہوں نے پہلی مرتبہ گناہ کا اقرار کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا واپس جاؤ، تو وہ دور چلے گئے، پھر آئے،

اس طرح چار مرتبہ آنا ہوا، دیکھو! گناہ سے معافی کا ان کو کیسا فکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند ہے جو گناہ کا اقرار کرے

دیکھو! انسان سے غلطی ہو جاوے، تو فوراً اقرار کر لیوے، اس پر ضد نہ کرے، انکار نہ کرے، آج ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ گناہ کرتے ہیں اور اس کو تسلیم نہیں کرتے، تاویل کرتے ہیں، اس کو ہلکے انداز میں لیتے ہیں، اہمیت نہیں دیتے، یہ غلط طریقہ ہے۔

اب اس نے حضور ﷺ سے گناہ سے پاک ہونے کے لیے بہت اصرار کیا تو پھر حضور ﷺ نے ان کو سمجھایا، کہ تیرے پیٹ میں جو بچہ ہے، اس کو پیدا ہو جانے دو یعنی اس بچہ نے تو کوئی گناہ نہیں کیا اس لیے ابھی تجھے کوئی سزا نہیں ہوگی، اگر ابھی سزا دی جاوے، تو اس معصوم بچہ کو بھی سزا ہو جائے گی، اس کو تکلیف ہوگی اس لیے جب تجھے بچہ پیدا ہوگا اس کے بعد سزا ہوگی، یہ عورت چلی گئی اور کچھ مدت کے بعد جب ولادت ہوئی، تو اس بچہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر آ گئی اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے، اب تو مجھے میرے گناہ سے پاک کر دو، شریعت میں زنا کی جو سزا ہے، وہ مجھ پر لاگو کرو تا کہ میں اس گناہ سے پاک ہو جاؤں، لیکن اللہ کے رسول نے اس کو پھر سمجھایا کہ جا اور بچے کو دودھ پلا یعنی یہ بچہ ابھی تیرا دودھ پیتا ہے، اگر ابھی تجھے سزا دوں گا، تو یہ بچہ بھوک کی وجہ سے پریشان رہے گا، اس کو کون دودھ پلائے گا؟ اس لیے ابھی چلی جا اور جب یہ دودھ چھوڑ دیوے، تب آنا، وہ عورت چلی گئی اور جب بچے کا دودھ چھوٹ گیا، وہ روٹی کھاتا ہو گیا تو اب واپس اس بچے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آ گئی، اس وقت بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، کہا حضور ﷺ! میرا بچہ اب روٹی کھاتا ہو گیا ہے، اس نے میرا دودھ پینا چھوڑ دیا ہے، اب مجھے میرے گناہ سے پاک کر دو، اللہ اکبر، میری بہنو! اس عورت کو اپنے گناہ کی کتنی فکر تھی، اب حضور ﷺ نے اس کے پاس سے اس بچے کو لیا اور کسی دوسرے مسلمان کو دیا تا کہ وہ اس بچے کی پرورش کرے۔

﴿شادی شدہ کی شریعت میں زنا کی سزا﴾

اس کے بعد اس عورت کو شریعت میں زنا کی جو سزا تھی وہ دی، حضورﷺ نے حکم دیا اس عورت کے لئے گڑھا کھودو، وہ گڑھا سینہ تک گہرا تھا، تا کہ اس میں اس کو کھڑی کی جاسکے، جب وہ گڑھا تیار ہوگیا تو اس عورت کو اس میں کھڑا کیا گیا۔

﴿شریعت میں پردہ کی اہمیت﴾

یہ ہمارے مذہب کا قانون دیکھو! ایک عورت پر پتھر مارنے کی وجہ سے سزا جاری کی جارہی ہے، اس کو زنا کی سزا میں پتھر مار کر مار ڈالا جارہا ہے، اس کے باوجود پردہ کی اتنی اہمیت کہ لوگوں کی نظر اس عورت کے جسم پر نہ پڑے اس کے لئے گڑھے میں کھڑا کیا گیا ،سبحان اللہ زندگی کے آخری وقت میں بھی سزا کے درمیان بھی پردہ کی اتنی اہمیت اللہ تعالی ہماری بہنوں کو اسلامی پردہ کی توفیق عطاء فرمائے۔

﴿سزا کا طریقہ﴾

اس زمانہ میں اس طرح کی سزا کے لئے میدان میں لے جاتے اور لوگ وہاں جمع ہوتے پھر پتھر مارتے، اس طرح یہاں بھی سب نے مل کر اس کو اتنے پتھر مارے کہ اس کی جان نکل گئی، یہ شریعت کی سزا ہے، کہ جو مرد یا عورت شادی شدہ ہو اور وہ زنا کرے تو اس کو سب کے سامنے لاکر پتھر مار کر ختم کر دیا جاتا ہے۔

﴿شادی سے پہلے زنا کرے تو اس کی سزا﴾

اور اگر شادی سے پہلے کوئی زنا کرے تو اس کو، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، تو اس کی سزا شریعت نے سو کوڑے مارنے کی رکھی ہے کہ اس کو کوڑے مارے جائے، جیسے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے "لَاتَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ" (پارہ ۱۸/ع ۷/ آیت ۲) کہ جب

اس کو سپاٹے مارے جائے اس وقت دل میں اس کے بارے میں رحم نہ ہونا چاہیئے، اس لیے کہ اس نے اللہ کا قانون توڑا ہے اور قرآن میں اللہ کا فرمان ہے "اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ(پارہ ۱۸/ع ۷) کہ مرد زنا کرے یا عورت زنا کرے دونوں کو سو (۱۰۰) سپاٹے مارو،

﴿قرآن کی عجیب ترتیب﴾

بہنو! ناراض مت ہونا میں آپ کو قرآن کی ایک بات بتاؤں، اگر آپ کو برا لگ جائے تو "ایڈوانس" "پیشگی" "Sorry" کہتا ہوں یہ اوپر والی آیت سورۂ نور کی آیت ہے، اس میں اللہ نے Fast پہلے نمبر پر عورت کا ذکر کیا ہے، عربی جاننے والی بہنیں اس کو جانتی ہیں کہ اس میں پہلے عورت کا ذکر ہے پھر مرد کا ذکر کیا ہے، اور جہاں چوری کی سزا کا ذکر ہے وہاں اللہ نے پہلے مرد کا ذکر کیا ہے جیسے کہ اللہ کا فرمان: اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْآ اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِنَ اللّٰهِ (پارہ ۶/ع ۱۰/آیت ۳۸) یعنی چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت، دیکھو! یہاں چوری کے معاملے میں اللہ نے پہلے مرد کو ذکر کیا ہے اور عورت کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا ہے، اس پر مفسرین نے بڑی عجیب بات لکھی ہے، کہ چوری کا گناہ اور اس کی عادت مردوں میں زیادہ ہوتی ہے، اس لیے اس معاملے میں مرد کا ذکر اللہ نے پہلے کیا ہے، لیکن زنا کے معاملے میں اللہ نے عورت کو پہلے بیان کیا، میری بہنو! حقیقت ہے کہ اگر ہماری بہنیں خود اپنی ذات پر کنٹرول کرے، تو انشاءاللہ زنا وجود میں نہیں آئے گا، گویا کہ یہ زنا ہماری ہی غلطی سے ہو جاتا ہے، بہنوں کا بے پردہ رہنا اور سجاوٹ کے ساتھ گھر سے نکلنا، پرائے مردوں سے ناجائز تعلق رکھنا یہ سب ذریعہ بنتا ہے زنا کا، اس لیے قرآن میں بھی اللہ نے اس معاملے میں عورت کو پہلے ذکر کیا، اللہ ہماری تمام بہنوں اور بھائیوں کی اس گناہ سے حفاظت فرمائے اور اس گناہ سے بچی

سچی توبہ نصیب فرمائے۔

﴿سچی توبہ کا انعام﴾

بہرحال اس عورت کو پتھر مارے گئے، جس سے اس کی موت واقع ہوگئی، میری بہنو! یہ عورت تھی جس نے جان دیدی اور اللہ کے حکم کو پورا کیا، توبہ کرلی اور گناہ سے پاک ہوکر دنیا سے رخصت ہوئی، یہ ہے اسلامی سزا لیکن یہ سزا، جہاں اسلامی حکومت ہوتی ہے وہاں جاری کی جاتی ہے، جس وقت اس کو پتھر مارے جاتے تھے، حضرت خالدؓ نے بھی اس عورت کے سر پر ایک پتھر مارا، اس عورت کے سر سے خون کا ایک قطرہ حضرت خالد بن ولیدؓ منھ پر پڑا، تو وہ اس عورت کو برا بھلا کہنے لگے، حضرت نبی کریم ﷺ نے جب یہ سنا، تو حضرت خالدؓ کو ارشاد فرمایا: کہ اے خالد! اس کو برا مت کہو، اللہ تعالیٰ کی قسم اس عورت نے جو توبہ اور معافی مانگی ہے، وہ اتنی بڑی معافی ہے کہ کوئی غلط ٹیکس لینے والا بھی، اگر اس عورت جیسی توبہ کرتا تو اس کی توبہ قبول ہوجاتی، دیکھو بہنو! اس عورت نے کتنی بڑی قربانی دی، کہ اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کردیا اپنی جان کی قربانی دی اور دنیا سے رخصت ہوگئی یعنی گناہ کی سزا میں اس نے موت پسند کردیا، اس کے بعد اس عورت کو غسل اور کفن دیا گیا، نماز جنازہ کی تیاری ہوئی اور حضور ﷺ اس کے جنازے کی نماز پڑھانے جارہے تھے اور حضرت عمرؓ آگے آئے اور کہنے لگے کہ حضور ﷺ! آپ کی جنازے کی نماز پڑھاتے ہو۔؟ یہ عورت تو زناکار ہے، تو اس پر حضرت نبی ﷺ نے ان کو جواب دیا کہ اے عمر سنو! کہ اس نے جو توبہ کی ہے اور اسی توبہ میں اس نے اپنی جان دے دی ہے، اگر مدینہ کے ستر (۷۰) لوگوں کو بھی اس کی توبہ تقسیم کردی جائے تو اللہ ان ستر (۷۰) کی توبہ بھی قبول کرے گا، میری بہنو! یہ عورت کیسی خوش نصیب ہے کے اس کی جنازے کی نماز خود حضور ﷺ نے پڑھائی۔

﴿عجیب توبہ﴾

حضرت ماعز ﷺ والا واقعہ جو میں نے مختصراً سنایا، اس واقعہ میں تو حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ان کو پتھر مار کر مار دیئے جانے کے بعد خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لقد تاب توبۃً لو قسمت بین امۃ لو سعتھم. یقیناً ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کا ثواب پوری امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ سب کے لئے کافی ہو جائے۔(مظاہر حق جدید ۳۶۱/۴)

﴿اس واقعہ سے ایک اہم نصیحت﴾

بہنو! اس عورت کے واقعہ سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ ہم سے اگر گناہ ہو جائے تو ہم کو بے چینی ہونے لگے اور فوری طور پر اللہ سے سچی پکی توبہ کر لے کہ اللہ بڑے معاف کرنے والے اور بخشنے والے ہیں، اور میری بہنو! رمضان کی مبارک راتیں اور مبارک دن ہے اور ان مبارک دنوں اور راتوں میں ہم کو یہ کام کرنا ہے کہ ہم ہمارے گناہوں سے سچی اور پکی توبہ کر لے اور اللہ تعالی پر پورا یقین کر لے کہ اللہ تعالی نے میرے پہلے کے گناہ معاف کر دیے ہیں اب اس کی معافی ہو گئی۔

﴿گناہ پر گواہ﴾

اور یاد رکھو کہ زمین کے جس حصے پر ہم گناہ کرتے ہیں قیامت کے دن زمین کا وہ حصہ اللہ کے سامنے گواہی دے گا، اللہ تعالی فرماتا ہے "یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا، بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا (پارہ ۳۰ سورۂ زلزال) زمین قیامت کے دن بولے گی کہ اس نے یہ گناہ کیا تھا، اسی طرح ہم ہمارے بدن کے جس حصہ سے گناہ کریں گے، وہ بھی کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دیگا "اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ، وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ

وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پارہ ۲۳، ع ۳، آیت ۶۵)

ترجمہ: آج کے دن ہم ان کے منھ پر مہر لگا دیں گے، اوران کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے، اوران کے پاؤ گواہی دیں گے کہ وہ کیا کمائی کیا کرتے تھے۔

یعنی قیامت کے دن آنکھ، کان، ناک، سب گواہی گوہی دیں گے، اسی طرح ہمارے ساتھ ہروقت رہنے والے دوفرشتے "کراماً کاتبین" وہ بھی گواہی دیں گے، اسی طرح جس اعمال نامہ میں، جس دفتر میں گناہ لکھے گئے ہیں وہ دفتر بھی اللہ کے سامنے گواہی دیگا" وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِراً " انسان کہے گا کہ "يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابُ، لَايُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا (پارہ ۱۵، ع ۱۸، آیت ۴۹)

ترجمہ: اور کہہ رہے ہیں کہ ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے جس نے ہمارا کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں چھوڑا جس کا پورا احاطہ نہ کرلیا ہو، اوراپنا سارا کیا تھرا اپنے سامنے موجود پائیں گے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ چار گواہ ہمارے گناہوں پر گواہی دیں گے (۱) جگہ (۲) بدن (۳) فرشتے (۴) اعمال نامہ کا دفتر۔

اور لکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان بندہ یا بندی، سچے دل سے توبہ کرلے، آنسوں بہالے تو اللہ تعالی زمین کو بھلا دیتا ہے، بدن کو، فرشتے کو بھی بھلا دیا جاتا ہے اور جس اعمال نامہ میں، دفتر میں گناہ لکھا ہوا ہوتا ہے، وہاں سے بھی مٹا دیا جاتا ہے، ان سب کو اللہ تعالی بھلا دیتے ہیں، گویہ کہ ہمارے یہ گناہ مٹ جاتے ہیں، دیکھو کتنی بڑی مہربانی اللہ تعالی کی ہے، اللہ تعالی کی ذات کتنی رحیم ہے۔

میری بہنو! آؤ آج ہی ہم نیت کرلے کہ جس گناہ کو ہم کرتی ہے، اس کو ہم چھوڑ دیں گے اور گناہ کے بارے میں دل میں بے چینی پیدا کریں گے اور اللہ سے سچا اور پکا وعدہ کردے اور نہ کرنے کا پکا ارادہ کرلیں، اسی طرح اگر کسی کا کوئی حق ہے، اس کو ادا کر کے اس

سے بھی معافی مانگ لیں گے، اللہ ہماری سب کی مغفرت فرمائے۔

﴿بے انتہاء رحمت الٰہی﴾

دیکھو! وہ ہندہ نام کی عورت جس نے حضرت نبی ﷺ کے حقیقی چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، جب وہ شہید ہوئے تھے، وہ ظالمہ عورت ہندہ، ان کی لاش پر بیٹھ گئی اور ان کے کان، ناک، کاٹ لیے اور ان کا پیٹ چیر کر اس میں سے کلیجہ نکال کر غصے میں اپنے دانتوں سے اس کو چبالیا تھا، لیکن جب اس ظالمہ ہندہ نے سچی توبہ کرلی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی معاف کردیا اور وہ صحابیہ عورت بن گئی اور اب اس کو بہت احترام کے ساتھ حضرت ہندہؓ کہتے ہے، سبحان اللہ! کتنا بڑا مہربان وہ خدا ہے کہ ایسی ظالمہ کو معاف کردیا، اس لیے ہم بھی سچی توبہ کریں گے، اللہ ہم کو بھی معاف کردے گا، انشاء اللہ تعالیٰ

﴿توبہ اور استغفار میں فرق﴾

یہ مضمون تو توبہ کے متعلق بیان کیا گیا، اس کے قریب قریب استغفار کا لفظ بولا جاتا ہے، جیسے کہ بعض بزرگوں نے دونوں کے درمیان میں ایک فرق بھی بیان کیا ہے، کہ توبہ کا مطلب ہوتا ہے، بری حالت چھوڑ کر کے اچھی حالت پر آجانا، گناہوں والی زندگی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والی زندگی کو اپنا لینا یعنی زندگی کو بدل دینا، اچھی بنا دینا یہ توبہ کہلاتی ہے، اور اب تک جتنے گناہ ہو چکے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، یہ استغفار کہلاتا ہے۔ یعنی پچھلے زندگی میں جو گناہ ہو گئے اس پر استغفار کرو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ کرلو۔

﴿استغفار پر ایک عجیب واقعہ﴾

ہمارے بزرگوں میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے قرآن مجید کہ ایک تفسیر لکھی ہے، جس کا نام تفسیر فتح العزیز اور وہ تفسیر عزیز کے نام سے مشہور ہے، اس

کتاب میں شاہ صاحب نے استغفار کے فوائد پر ایک عجیب واقعہ لکھا ہے، اس کو نقل کرنے والے حضرت ربیع بن صبیحؒ جو مشہور محدث ہیں اور ترمذی شریف کے راویوں میں سے ہیں، وہ حسن بصریؒ سے واقعہ نقل کرتے ہیں: ایک شخص حضرت حسن بصریؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ قحط ہوا، حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: کہ استغفار کیا کرو، پھر ایک تیسرا آدمی آیا، اس نے کہا کہ میرے یہاں لڑکا نہیں ہوتا، دعاء کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عنایت کریں، حضرت حسن بصریؒ نے اس کو اس کو بھی کہا کہ استغفار کیا کرو، پھر ایک چوتھا آدمی آیا، اس نے کہا کہ میری کھیتی اور باڑی میں کچھ پیداوار نہیں ہوتی یعنی اناج اور پھل ہوتے نہیں ہے، آپ نے اس کو بھی استغفار کے متعلق فرمایا۔

حضرت ربیع بن صبیحؒ فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت حسن بصریؒ سے عرض کیا کہ آپ نے ان چاروں کو ایک ہی بات کی نصیحت کی کہ استغفار کرو، حالانکہ چاروں کی تکلیف الگ الگ تھی، چاروں کی مصیبتیں جدا جدا تھیں، تو اس پر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: کہ میں نے چاروں کو ایک ہی علاج استغفار بتلایا، اپنی طرف سے نہیں کہا ہے، بلکہ حق تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں یہ فرمایا ہے کہ ان چاروں قسم کی آفتوں کا علاج استغفار ہے، پھر حضرت حسن بصریؒ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (پارہ ۲۹ / سورۂ نوح / آیت ۱۰، ۱۱، ۱۲)

ترجمہ: چنانچہ میں نے کہا کہ: اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو، یقین جانو وہ بہت بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، اور تمہاری مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا، اور تمہارے خاطر نہریں مہیا کر دے گا۔

﴿استغفار کے فوائد﴾

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ یُمَتِّعْکُمْ مَتَاعاً حَسَناً اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ (پارہ ۱۱ر ع ۱/۱۱ آیت ۳)

ترجمہ: اور یہ (ہدایت دیتا) کہ: اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی مانگو، پھر اس کی طرف رجوع کرو، وہ تمہیں ایک مقرر وقت تک (زندگی سے) اچھا لطف اٹھانے کا موقع دے گا، اور ہر اس شخص کو جس نے زیادہ عمل کیا ہوگا، اپنی طرف سے زیادہ اجر دے گا۔

یعنی استغفار کی برکت سے روزی میں برکت بھی دے گی اور دنیا و آخرت کی زندگی اچھی طرح گزرے گی۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَاراً وَّیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ. (پارہ ۱۲ رع ۵/آیت ۵۲)

ترجمہ: اے میری قوم! اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی مانگو، پھر اس کی طرف رجوع کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائے گا، اور تمہاری موجودہ قوت میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا، اور مجرم بن کر منہ نہ موڑو۔

یعنی استغفار کی برکت سے مال زیادہ ہوگا، اولاد بڑھے گی، بدن میں قوت بڑھے گی، خوش حالی میں ترقی ہوگی، روحانی اور ایمانی قوت بھی زیادہ ہوگی۔

﴿ہمارے گجرات کی ایک سعادت مندی﴾

یہ حضرت ربیع بن صبیحؒ جن کا اوپر ذکر ہوا، یہ بہت بڑے داعی اور دین اسلام کی تبلیغ کے لئے جان و مال کی قربانی دینے والوں میں سے تھے، کہتے ہیں کہ صحابہ یا تابعین کے دور

میں اسلام کی دعوت لیکر جو قافلہ سب سے پہلے گجرات کی سرزمین میں آیا، ان میں یہ حضرت ربیع بن صبیحؒ بھی تھے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے اور وہ شہر بھروچ کے قریب بھاڑ بھوت میں آپ کا مزار ہے، ایک مرتبہ بھروچ ضلع کے ایک مدرسہ کے سالانہ جلسے میں جانے کی میری سعادت ہوئی تو میں قصداً بھاڑ بھوت کے ارادہ سے جلدی نکل گیا، عصر سے پہلے میں بھاڑ بھوت پہنچ گیا، کہتے ہیں کہ جہاں حضرت ربیع بن صبیحؒ کا مزار ہے، وہ حصہ ''دریائے نرمدہ'' میں ہے، اور گرمی کے موسم میں پانی جب کم ہو جاتا ہے، تو مزار دیکھنے کو ملتا ہے، پہلے اس جگہ پانی نہ ہوگا، بعد میں بہاؤ بدلنے کی وجہ سے یا دریا کی چوڑائی بڑھنے کی وجہ سے مزار والا حصہ پانی میں آ گیا، زیارتوں سے فارغ ہوکر جب عصر کی نماز کے لئے مسجد پہنچا تو پتہ چلا کہ آج بھاڑ بھوت میں گشت کا دن ہے، مسجد میں موجود حضرات کے اصرار پر عصر کی نماز کے بعد دین کی بات عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، بیان کے دوران اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک بات یہ کہی کہ بھاڑ بھوت والوں کی ایک جماعت بیرون کے لئے بنانی چاہیے اور وہ جماعت بصرہ بھیجنی چاہیے کہ اہل بصرہ نے صدیوں پہلے بھاڑ بھوت میں جو دین کی امانت پہنچائی تھی، آج اہل بصرہ اس کے ضرورت مند ہیں، ان کو دین کی امانت پہنچانی چاہیے۔ خیر یہ بات تو حضرت ربیع بن صبیحؒ کے تذکرہ سے آپ کی خدمت میں عرض کر دی۔

﴿استغفار پر ایک اور عجیب واقعہ﴾

حضرت عمرؓ کے خلافت کے زمانہ میں ایک مرتبہ قحط پڑا، حضرت عمرؓ صحابہؓ کے ایک بہت بڑے مجمع کو لیکر اللہ تعالیٰ سے پانی مانگنے کے لئے تشریف لے گئے، اس کو ہمارے یہاں ''استسقاء'' کہتے ہیں، حضرت عمرؓ منبر پر چڑھے، تا کہ دعاء کرے اور اللہ تعالیٰ سے پانی مانگے، لیکن ممبر پر چڑھ کر صرف استغفار کیا اور ممبر سے اتر گئے اور مکان کی طرف چل نکلے

، جب حضرت عمرؓ مکان پہنچ گئے، تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو بارش برسنے کی دعاء ہی نہ کی، تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا: کہ میں بہت مضبوط سبب کے ذریعہ بارش مانگی ہے یعنی استغفار کرنا یہ بارش کے حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی، فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهٰرًا (پارہ ۲۹ رسورۂ نوح رآیت ۱۰، ۱۱، ۱۲)

بس تھوڑی دیر میں بارش شروع ہوئی، اور اتنی بارش ہوئی کہ قحط دور ہو گیا، معلوم ہو کہ استغفار میں ہمارے لئے آخرت کا تو فائدہ ہے ہی، دنیا کے بھی بہت سارے فائدے ہیں، مثلاً روزی میں برکت، کھیتی باڑی میں برکت، حضرت عمرؓ نے بھی ان لوگوں کے سامنے یہی آیت تلاوت کی تھی۔

﴿روزی کی تکلیف کے سلسلہ میں وظیفہ یا تعویذ مانگنے والوں کے سلسلہ میں بندہ کا معمول﴾

بہت سارے مسلمان بھائی روزی اور اولاد کی پریشانی کے سلسلہ میں دعاء کروانے آتے ہیں، تعویذ وظیفہ طلب کرتے ہیں، تو میں ہمیشہ ان کو دھیان اور توجہ کے ساتھ استغفار کو زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی تاکید کرتا ہوں، چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا بتلایا ہوا وظیفہ ہے، جس کا مجرب ہونا یقینی ہے، خود حضرت نبی کریم ۷۰ یا ۱۰۰ امرتبہ استغفار فرماتے تھے، تو ہمیں تو اس سے بھی زیادہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرت سے استغفار کرنے والا اور توبہ کرنے والا بنائیں۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

﴿ ٦ ﴾

تعلیم، تزکیہ، دعوت: تینوں کام نہایت ضروری

اس بیان کے چیدہ

جواہر پارے

﴿ایک ضروری التماس﴾

ایک مرتبہ رمضان میں گجرات کے سابق امیر تبلیغ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب احمد آباد والے مرحوم کے ساتھ جماعت میں جانے کی سعادت حاصل ہوئی، بعد میں الحاج سلیمان بھائی ممایا مرحوم بمبئی والے بھی اس جماعت میں شامل ہوئے، مولانا مرحوم نے فرمایا میرے ہر ماہ کے تین دن کا ہفتہ طے ہے کہ مثلاً میں چوتھے ہفتے میں تین دن لگاتا ہوں، اب پورے خاندان میں یہ بات مشہور ہوگئی ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ کسی کو شادی یا دعوت طے ہوتی ہے، وہ میرے تین دن کا ہفتہ اور تاریخ دیکھ کر طے کرتے ہے، اور وہ آپس میں بات کرتے ہے کہ مولوی صاحب کے تین دن والی تاریخ کو سامنے رکھ کر دوسرے کسی ہفتے میں شادی طے کرو، ورنہ مولوی صاحب تو اپنے وقت پر جماعت میں چلے ہی جاویں گے، وہ ہماری شادی میں شرکت نہ کرے نگے، اس لئے ان کو شریک کرنا ہو تو ان کی ترتیب سے شادی طے کرو۔

اس لئے ہم بھی دینی تقاضوں کو یعنی تعلیم، جماعت میں جانا اس کو دوسرے دنیوی خاص کر غیر ضروری تقاضوں پر مقدم رکھے، شادی اور غیر ضروری کاموں کو چھوڑ دیں۔

ایک مرتبہ ہمارے سورت کے مشہور ذمہ دار مرحوم الحاج ابراہیم بھائی سائیکل والا کے ساتھ جماعت میں جانے کی سعادت حاصل ہوئی، مرحوم بہت ہی حکمت سے ساتھیوں کو چلاتے، دعاء اور کوشش کے ذریعہ دینی فکریں پیدا کرتے اور میری طالب علمی کے زمانہ میں جب بھی ملاقات ہوتی، ہدیہ دیتے، دعائیں دیتے۔

ہمیں بھی ہمارے ذریعہ دوسروں میں دینی فکر بیدار ہو، اسکی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو حج کے سفر میں موت عطاء فرمائی۔

ہمارے بارڈولی بستی میں مستورات میں تبلیغ کا کام شروع کرنے میں مرحومہ والدہ کا بڑا حصہ ہے، ان کی مغفرت کے لئے خصوصی دعائیں کریں، ایک مرتبہ میرے مشفق نظام الدین مرکز کے بزرگ حضرت مولانا موسیٰ صاحب سامرودی مدظلہ العالی مجھ سے پوچھنے لگے، والدہ کے انتقال کے بعد کبھی خواب میں دیکھا، میں نے کہا کہ ہاں! الحمدللہ بہت ہی اچھی حالت میں ان کو دیکھا۔

نظام الدین مرکز پر مدرسہ کاشف العلوم بھی قائم ہے، میرے علم کے مطابق صوبہ گجرات کے اول طالب علم جنہوں نے وہاں دورہ سے تکمیل کی، میرے بھائی مولانا محمد صاحب ہے، میرے علم کے مطابق ہمارے بارڈولی کے علماء میں یہ سب سے اول جماعت میں انہوں نے سال لگایا، انہیں کی برکت سے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب، حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ، حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا مدظلہ، حضرت مولانا زبیر صاحب مدظلہ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کی خدمت کا بار بار موقع ملا۔

اور بھائی محترم کی برکت سے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا دامت برکاتہم، حافظ پٹیل صاحب مدظلہ کے مبارک قدم ہمارے گھر میں آئے۔

بھائی کی برکت سے بندہ کو نظام الدین پر قیام کا موقع ملا نفحۃ العرب اور ابوداؤد شریف کا کچھ حصہ شیخ الادب و محدث حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان نسبتوں کی برکت سے دنیا و آخرت میں مالا مال فرمائے۔ آمین

ہمارے یہاں جامعہ ڈابھیل میں شعبۂ تحفظ شریعت قائم ہے، بہت سے معترضین خاص کر غیر مقلدین دعوت کے کام پر اور فضائل اعمال پر اشکالات کرتے ہیں اور وہ ہمارے عام دعوت کے ساتھیوں کو پریشان کرتے ہیں، وہ دعوت کے ساتھی ایسے معترضین سے ہماری ملاقات کرواتے ہے، بندہ اور اس شعبۂ رد فرق باطلہ کے میرے رفیق محترم مفتی ابوبکر صاحب دعوت کی مبارک محنت پر اور فضائل اعمال پر اشکال کرنے والوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہے، دلائل پیش کرتے ہیں، اور دعوت کے کام کی حقانیت واضح کرنے کی سعی کرتے ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کاموں کو قبول فرمائے، اور اپنی رضاء کا ذریعہ بنائے۔ آمین

الحمد للہ دنیا کے مختلف ملکوں میں دینی نسبت پر سفر ہوتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کے حالات قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا ہے، جب بھی سفر سے واپسی ہوتی ہے تو ہمارے طلباء عزیز کارگذاری کی ضرور درخواست کرتے ہیں، اور بندہ کارگذاری سنا بھی دیتا ہے، اور کارگذاری سے فائدہ بھی بہت ہوتا ہے۔

میں تبلیغ کے عنوان سے بیان اور تشکیل ہوتی ہے۔جمعرات جمعہ کو طلباء اطراف میں جماعت میں جاتے
ہیں، طلباء ہی کی درخواست پر ریکارڈر سے بیان نقل کر کے شائع کیا جارہا ہے۔اللہ تعالی قبول فرمائے۔

﴿ ٦ ﴾

تعلیم، تزکیہ، دعوت؛ تینوں کام نہایت ضروری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيدنا محمد و على
آله و اصحابه أجمعين اما بعد.

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم.

اُدْعُ إِلىٰ سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَن سَبِيْلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ.

و قال تعالى: وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ.

و قال تعالى: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْراً لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ.

و قال تعالى: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ.

عزیز طلبہ! اس سے پہلے کئی مرتبہ بدھ کی مجلس میں آپ کی درخواست پر دعوت

تبلیغ کی اہمیت پر اللہ کی رضاء کے خاطر بات چیت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ نیز دعوت کے کام کی برکت سے جو فوائد دنیا کے مختلف ملکوں میں اور ہمارے ملک میں اپنی آنکھوں سے دیکھیں، مشاہدے میں آئیں وہ بھی میں نے آپ کو کئی مجلسوں میں سنائے، جس کو ہم کارگزاری کہتے ہیں۔ پھر امت کے نازک حالات اور دین کے لیے محنت کی ضرورت الحمدللہ آپ کے سامنے کئی مرتبہ پیش کی گئی، آج کی مجلس میں دعوت وتبلیغ ہی کی نیت سے ایک اہم پہلو پر گفتگو کرنی ہے، میں بھی اللہ سے دعا کرتا ہوں آپ بھی دعاء کیجئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حق بات کہلوائے۔ اللّٰھم أرنا الحق حقا و أرزقنا اتباعه و أرنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه۔

نظام الدین مرکز سے ایک جماعت جامعہ محمودیہ میرٹھ گئی تھی، وہاں حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہوا، جو جامعہ محمودیہ سے شائع ہونے والے رسالہ ''المحمود'' کے اس ماہ کے شمارے میں چھپا ہوا ہے، اس تقریر کی چند باتیں اور دیگر کتابوں اور دوسرے اکابرین امت کی چند باتیں انشاءاللہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

﴿دعوت وتبلیغ کی محنت کا مقصد﴾

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب نے اپنے بیان کے آغاز میں فرمایا کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری اس محنت کا مقصد احیاء جمیع ما جاء به رسول اللہ ﷺ ہے، یعنی ان تمام چیزوں کو زندہ کرنا جن چیزوں کو لے کر نبی کریم ﷺ تشریف لائے، جن چیزوں کو لے کر نبی کریم ﷺ کو بھیجا گیا ان تمام چیزوں کو امت میں مکمل زندہ کرنا؛ یہ ہے اس کام کا مقصد۔

﴿حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد قرآن کی روشنی میں﴾

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد کیا؟ قرآن میں ایک سے

زیادہ مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان فرمایا ہے یعنی جو حضور کو بھیجنے والے ہیں وہی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو بھیجنے کا مقصد بیان فرمارہے ہیں۔

کہیں تو ان الفاظ میں فرمایا: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ايْتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ[البقرہ، آیت ۱۲۹]

ترجمہ: ہمارے پروردگار! ان میں ایک ایسا رسول بھیجنا جو انہی میں سے ہو، جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اور ان کو پاکیزہ بنائے، بیشک تیری اور صرف تیری، ذات وہ ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔

یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعاء کے مبارک الفاظ ہے، جب انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کی اس وقت اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں مانگی، اس میں ایک دعاء آپ ﷺ کی بعثت کے متعلق مانگی تھی۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلاَلٍ مُّبِينٍ[آل عمران، آیت: ۱۶۴]۔

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک صاف بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جبکہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

کہیں فرمایا: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ

مُّبِیْن[جمعۃ، آیت: ۲].

ترجمہ: وہی ہے جس نے امّی لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کریں، اور ان کو پاکیزہ بنائیں، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں، جبکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے)

ان آیات میں آپ ﷺ کی بعثت کے بڑے بڑے مقصد بتائے گئے ہیں۔

قرآن مجید کی ان آیات کی روشنی میں حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد کا خلاصہ، بعثت کا مقصد اول تلاوت کتاب

میرے مرشد ثانی شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ تلاوت کتاب کے تین شعبے ہیں: (۱) ناظرہ: جس کی تعلیم ہمارے یہاں مکاتب میں ہوتی ہے، (۲) حفظ: جس میں قرآن کی حفاظت صدری ہوتی ہے، (۳) تجوید: یعنی قرآن مجید کو صحیح طریقہ سے پڑھنا؛ جس طرح نازل ہوا اس طرح پڑھنا۔

دوسرا اہم مقصد تعلیم کتاب اور حکمت

قرآن مجید کی تعلیم، الفاظ کی تعلیم کے ساتھ معانی، مضامین، مفاہیم اور احکام کی تعلیم ہے؛ اس کے دو حصے ہیں:

(۱) فرض عین

(۲) فرض کفایہ

ایک مؤمن کو اپنی زندگی گذارنے کے لیے جن بنیادی دینی معلومات کی ضرورت پڑتی ہے اس کو سیکھنا اس کے لیے فرض عین کے درجے میں ہے اس کا بھی بہت سارا حصہ

الحمد للہ ہمارے یہاں مکاتب میں ہو جاتا ہے کچھ حصہ جو فرض عین کا باقی رہ جاتا ہے، اس کے لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ علماء سے، مفتیان کرام سے رجوع کر لیں اور ان سے سیکھ لیں۔ فَسْأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ [النحل، آیت: ۴۳]

(ترجمہ: زندگی میں جن چیزوں کی ضرورت پیش آتی ہے تم اس کو جانتے نہیں ہو تو جاننے والے اہل علم سے پوچھ لو)۔ یہ اللہ کا حکم ہے قرآن میں۔

﴿دین کا علم فرض عین﴾

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے، کونسی کونسی چیزیں سیکھنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے، اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

(۱) اسلام کے صحیح عقائد۔

(۲) پاکی ناپاکی کے مسائل۔

(۳) نماز، روزہ اور فرض، واجب عبادت کے مسائل

(۴) حرام اور مکروہ چیزوں کا علم

(۵) مال والا آدمی جس کے پاس نصاب کے بقدر مال ہو اس کے لئے زکوۃ کے مسائل۔

(۶) جس پر حج فرض ہو اس کے لئے حج کے مسائل۔

(۷) جس کو خریدنا بیچنا کاروبار کرنا ہو یا مزدوری کرنی ہو اس کے مسائل۔

(۸) نکاح کے وقت شادی کے متعلق مسائل۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو کام شریعت کی طرف سے ہر انسان کے ذمہ فرض اور واجب ہے، ان کے مسائل کا علم سیکھنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔

اسی طرح جن اعمال کا تعلق انسان کے باطن اور دل سے ہے اور جو چیزیں باطنی

اعتبار سے حرام ہے، ان کا علم بھی فرض عین ہے، جیسے جو عقیدے باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسی طرح صبر، شکر، توکل، قناعت بھی ایک خاص درجہ میں فرض ہے، ان کی حقیقت کا علم اوراس کے حاصل کرنے کا طریقہ سیکھنا بھی فرض عین ہے۔

اسی طرح حسد، تکبر، غرور، بغض، بخل، دنیا کی حرص وغیرہ کی حقیقت سیکھ کر اس سے بچنے کا طریقہ معلوم کرنا بھی فرض عین ہے۔

﴿دوسری چیز ہے فرض کفایہ﴾

مکمل شریعت کا علم حاصل کرنا، پورے قرآن مجید کے معانی، مسائل کو کو سمجھنا ،حدیث شریف کے ذخیرہ کو سمجھنا،قرآن وحدیث سے جو احکام نکلتے ہے اس کے مسائل کو سیکھنا، حضرات صحابہؓ، حضرات تابعینؒ، ائمۂ مجتہدین کی باتوں سے واقف ہونا، یہ بہت بڑا کام ہے، اس کے لئے پوری عمر اور پورا وقت لگا کر حاصل کرنا بھی مشکل ہے، اس لئے یہ سب چیزیں فرض کفایہ ہے، یہ مقصد پورا ہوتا ہے دارالعلوم میں، مدارس عربیہ میں اوراس نہج کے اسلامی اداروں میں جن میں اسلامیات کا مکمل کورس پڑھایا جاتا ہے۔

بحمداللہ اس اہم مقصد کے لیے مکمل دین حاصل کر کے اپنی زندگی اللہ کی مرضی والی ہو جاوے اور دوسروں کو اللہ کا مکمل دین ہم پہچاویں اس کے لیے ہم یہاں مدرسہ میں آئے ہیں۔

گویا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ فرض کفایہ اور فرض عین دونوں ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے اللہ نے ہم کو قبول فرمایا ہے اوران دینی مدارس میں ہم کو بھیجا ہے۔

﴿بعثت کا تیسرا مقصد تعلیم حکمت﴾

اس میں حکمت، دانائی اور گہرائی کی باتیں امت کو بتانا ہے، یہ بھی آپ ﷺ کی ذمہ داریوں میں سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول، عمل اور تقریر سے اس کی

پوری وضاحت فرمادی اور سنت واحادیث کا بڑا ذخیرہ قیامت تک آنے والی امت کے لیے جمع ہو گیا۔ حضرات محدثین کو باری تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، عادات اور طور طریق جو قرآن کی عملی تفسیر ہے اس کو جمع کر کے امت تک پہنچایا۔

﴿چوتھا مقصد تزکیۂ نفوس﴾

حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد ہے تزکیۂ نفوس یعنی دلوں کی صفائی۔ قرآن میں کئی جگہ اس کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا ذکر فرمایا۔

اس کے اخیر میں فرمایا ''ذٰلک جزاء من تزکی'' یہ جنت اسی کو ملے گی جو تزکیہ والا ہو، صاف ستھرا ہو۔

ایک جگہ فرمایا ''قد افلح من تزکی'' جس نے اپنے آپ کو صاف کر لیا، مزکی بنا لیا، وہ کامیاب ہو گیا۔

ایک جگہ فرمایا ''یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ'' (ترجمہ: جس دن نہ کوئی مال کام آئے گا، نہ اولاد۔ ہاں جو شخص اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آئے گا)

جس کے دل میں کوئی روگ اور بیماری نہ ہو، شرک کی، کفر کی، حسد کی، کینہ کی، بغض کی، عداوت کی، تکبر کی، عجب کی، ریا کی، خودنمائی کی اور دوسروں کی تحقیر کی۔

بیماریوں سے جو دل پاک ہو اس کو کہتے ہیں ''قلب سلیم''، تروگی دل، جس میں کوئی بیماری نہ ہو، ایسے لوگ جنت میں جائیں گے یہ ہے تزکیۂ نفوس (دلوں کی صفائی)۔

یہ ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بنیادی مقاصد اس کو آپ ہمیشہ

سامنے رکھیں۔

ایک امتی ہونے کی حیثیت سے ان تمام مقاصد کو اپنی اپنی بساط کے مطابق ہمیں بھی انجام دینا ہے، یہ ہماری ذمہ داری ہے۔

﴿تزکیہ کے حصول کی جگہ﴾

بعثت کا چوتھا مقصد جو تزکیہ ہے، یہ کہاں حاصل ہوگا، وہ بھی اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ۔

(ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ لینا ہے تو صادقین یعنی صالحین، کاملین، مخلصین کی صحبت میں رہو، تم کو یہ چیز حاصل ہوگی۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لکل شیئ معدن، و معدن التقویٰ قلوب العارفین(فیض القدیر، ج:۵، ص:۳٦۵)او کما قال ؑ "ہر چیز کی کان ہوتی ہے یہ کان نہیں (سر کے کان کی طرف اشارہ فرمایا) بلکہ معدن زمین کے اندر کے خزانہ کو کہتے ہیں جو قدرتی طور پر مدفون ہوتا ہے۔ اس کو انگریزی میں Mine، اردو میں کان جیسے لوہے تانبے کی، پیتل کی کان، اور عربی میں معدن کہتے ہیں، گجراتی میں KIN کہتے ہیں۔

تو ہر چیز کی کان ہوتی ہے اور تقویٰ کی کان اللہ کے نیک بندے عارفین کے دل ہیں۔

گویا تزکیہ والے مقصد کے حصول کی جگہ بھی بتلا دی کہ صالحین کی صحبت میں رہو، اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو، ان کے پاس جاؤ جس کو ہم خانقاہ کہتے ہیں، یہ مقصد خانقاہوں سے پورا ہوتا ہے۔

اوپر بیان کئے ہوئے چاروں کاموں کا حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا۔

دعوت وتبلیغ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں میں سے ایک اہم کام دعوت ہے۔

دعوت کا مطلب کیا ہے؟ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانا یہ ہے دعوت۔ اب دعوت میں سب چیزیں آگئیں فرائض، واجبات، سنن، محرمات، منہیات اور مکروہات

کہ اوامر کو انجام دو اور نواہی سے بچو۔ جتنے اوامر ہیں، جتنے احکام ہیں، جتنے معروف ہیں، جتنے کرنے کے کام ہیں فرائض، واجبات، سنن، نوافل، مستحبات ان کو کرو اور دوسروں کو کرنے کے لئے کہو یہ ہوگئی دعوت۔

اور نواہی سے بچو یعنی منکرات، محرمات، منہیات ان سب چیزوں سے خود بچو اور بچنے کی طرف بلانا یہ ہوگئی دعوت۔

تو دعوت کے شعبہ میں دونوں چیزیں آتی ہیں (۱) امر بالمعروف: بھلے کاموں کی طرف بلانا (۲) نہی عن المنکر: برے کاموں سے روکنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص وصف

پھر آگے حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ العالی نے اپنے بیان میں ایک جملہ اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم، تزکیہ، دعوت ان تینوں کاموں کا حق ادا فرمایا۔

تعلیم کا بھی حق ادا فرمادیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم تھے، حدیث میں آتا ہے کہ انما بعثت معلماً (مشکوۃ شریف، کتاب العلم، فصل ثالث بحوالہ دارمی) اللہ نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ کا بھی حق ادا فرمادیا اور دعوت کا حق بھی ادا فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ

فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (سورۂ مدثر، آیت:۱،۲،۳،۴،۵،۶)

(ترجمہ: اے کپڑے میں لپٹنے والے (مراد حضور ﷺ)، اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو، اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور گندگی سے کنارہ کرلو اور کوئی احسان اس نیت سے نہ کرو کہ زیادہ وصول کرسکو)۔

گویا بعثت کے مقاصد میں سے ہر مقصد کا حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل طور پر ادا فرمایا، تعلیم کا بھی، تزکیہ کا بھی، دعوت کا بھی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر شاھد بنانا

ان تمام چیزوں کے حقوق کی ادائیگی پر حجۃ الوداع والی وہ بات ہے الا ھل بَلَّغْتُ (کنز العمال، حدیث نمبر:۸۵۰۲، الفصل الثانی فی التفصیل معجم بن عساکر، ج:۲، ص:۳)

قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا، بتلاؤ کیا جواب دوگے۔

صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم یہ گواہی دینگے کہ آپ ﷺ نے ہم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچادیا اور خدا کی امانت ادا کردی اور امت کی خیر خواہی کی۔

حضور ﷺ نے تین مرتبہ شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اللھم اشھد اے اللہ تو گواہ رہ۔

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ پورے مجمعِ صحابہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ میری بعثت کے جو مقاصد تھے ان تمام مقاصد کو میں نے پورے طور پر انجام دیئے یا نہیں بتاؤ!

اس میں تمام مقاصد شامل ہیں:

کہ تعلیم کا حق میں نے ادا کیا یا نہیں؟

تزکیہ کا حق میں نے ادا کیا یا نہیں؟

دعوت کا حق میں نے ادا کیا یا نہیں؟

گویا حجۃ الوداع والے، اسی سوال میں یہ تمام سوالات شامل ہیں۔

اس پر صحابہ نے اقرار کیا یعنی حضورﷺ نے تمام مقاصد بعثت پورے طور پر انجام دے کسی طرح کی کوئی کمی نہیں چھوڑی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اللہ کو گواہ بنایا اللھم اشھد اے اللہ گواہ رہنا میں نے تینوں چیزوں کا حق ادا کر دیا اور یہ مجمع میرے سامنے اقرار کر رہا ہے۔

﴿دین کے کام کے لیے قبولیت اللہ کا فضل واحسان﴾

باری تعالیٰ کسی انسان کو اپنے دین کا علم عطاء فرمائے اور دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالے یہ اللہ تعالیٰ کا کرم واحسان ہے؛ ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جن بندوں پر خصوصی کرم فرماتے ہیں ان کو قرآن کا، دین کا علم سیکھنے سکھانے کے لیے قبول فرماتے ہیں (۱) ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (سورۃ فاطر، آیۃ: ۳۲) پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جنہیں ہم نے چن لیا۔

اس آیت کریمہ میں عجیب فضیلت معلوم ہوئی ہے:

(۱) آیت میں اصطفینا کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو منتخب اور پسندیدہ قرار دیا، خود اللہ تعالیٰ نے جن کو چن لیا، اصطفینا کا لفظ زیادہ تر نبیوں کے لئے آیا ہے، اسی طرح فرشتوں کے لئے آیا ہے، جیسے ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وآل ابراھیم و آل عمران علی العالمین.

دوسری جگہ ہے: اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلا و من الناس.

گویا جو مبارک لفظ نبیوں اور فرشتوں کے لئے قرآن میں استعمال ہوا وہ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کو عطاء فرمایا ہے اس سے امت کی عظیم فضیلت ظاہر ہوئی۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عبادنا بندوں سے مراد آیت میں امت محمدیہ کا ہر ہر انسان ہے، خاص کر علمائے کرام جو بلا واسطہ وارث بنے اور ان کے واسطے سے عام مسلمان وارث بنے۔

یعنی حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے لئے زمین، روپے، پیسے وراثت میں نہیں چھوڑے بلکہ قرآن جیسی عظیم دولت وراثت میں چھوڑی، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی کا انتقال ہو جائے اور اس کے وارثوں کو بغیر محنت کے، بغیر کوشش کے مرحوم کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں سے حصہ مل جاتا ہے، اس طرح قرآن مجید کی عظیم دولت اس امت کو بغیر محنت کے دے دی گئی۔

حدیث شریف میں بھی ہے، انبیاء درھم دینار کی وراثت نہیں چھوڑتے، وہ وراثت میں علم چھوڑتے ہے، ایک حدیث میں علماء کو نبیوں کا وارث بتایا گیا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے ''معارف القرآن'' میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: جن لوگوں کو اللہ تعالی نے قرآن اور حدیث کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ لگائے رکھا ہے، وہ نشانی ہے کہ وہ اللہ تعالی کے پسندیدہ بندے ہیں، وہ اولیاء اللہ ہیں۔

حضرت ابو موسی اشعریؓ کی ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے میدان میں اللہ تعالی اپنے سب بندوں کو جمع فرما دے نگے، پھر علماء کو ایک الگ ممتاز جگہ پر جمع فرمادئیں گے اور ارشاد فرمادئیں گے۔

میں نے اپنا علم تمہارے دلوں میں اسی لئے رکھا تھا کہ میں تم کو جانتا تھا (یعنی تم علم کا حق ادا کروگے، علم حاصل کر کے خود عمل کروگے، دوسروں کو پہنچاؤگے) میں نے عذاب دینے کے لئے اپنا علم تمہارے سینوں میں نہیں رکھا تھا کہ تم کو عذاب دوں، جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کردی۔

(۴) یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنکُمْ وَالَّذِیْنَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِیْرٌ (المجادلۃ آیۃ:۱۱) اور جن کو علم عطاء کیا گیا ہے، اللہ ان کو درجوں میں بلند کرے گا، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

بخاری شریف میں غزوۂ خیبر کے عنوان میں ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے کسی کے محتاج نہیں ہے

دو حدیث ہے، دونوں کا خلاصہ عرض کرتا ہوں:

حضرت نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ دشمنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے جنگ کررہے تھے، اس موقع پر ایک آدمی جو مسلمانوں کی جماعت میں ہے اور لوگ اس کو مسلمان سمجھتے تھے، حالانکہ وہ مسلمان نہیں منافق تھا، اس کے منافق ہونے کا عام صحابہؓ کو پتہ نہیں تھا، اس کا نام قزوان ظفری تھا، یہ خاندان بنی ظفر جو انصار کی ایک شاخ ہے، اس سے تعلق رکھنے والا، اس آدمی نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن یہود کا زوردار مقابلہ کیا، اور عجیب کارنامے انجام دئے، جو دشمن یکا دکا نظر آتا، اس کا پیچھا کرتا اور قتل کردیتا، اور دشمنوں کا مقابلہ کرتے کرتے خود کو بھی بہت سارے زخم آئے، شام کو جب اس دن کی لڑائی بند ہوئی اور سب لوگ اپنے اپنے خیمہ میں گئے، تو اس قزمان کی بہادری اور قربانیوں کا چرچہ ہونے لگا آج اس نے بہت ہی عجیب طریقہ سے دین کے لئے محنت کی اور دشمنوں کا زوردار مقابلہ کیا، گویا حضرات صحابہؓ اس کی اس بہادری اور دین کے لئے محنت سے بہت متاثر تھے، اس شخص کی ان قربانیوں کی بات نبی کریم ﷺ نے سنی، تو آپ ﷺ نے عجیب بات ارشاد فرمائی:

کہ وہ آدمی تو جہنمی ہے، یعنی جن کی دینی قربانیوں سے تم بہت متاثر ہو اس کی قربانیوں کا چرچا کررہے ہو وہ آدمی تو جہنم میں جاوے گا۔

حضرات صحابہؓ نے جب یہ بات سنی تو ان کو بہت تعجب ہوا کہ دین کے لئے ایسی قربانی دینے والا، بہادر آدمی جب جہنم میں جاوے گا تو ہمارا کیا ہوگا؟

اس پر ایک صحابیؓ کہنے لگے میں اس قزمان کے ساتھ رہوں گا، اس کا ہر ہر کام میں دیکھوں گا، تو وہ صحابیؓ اس قزمان کے ساتھ ہو گئے، برابر اس کے کاموں کو دیکھنے لگے، اس قزمان کو بہت سارے زخم لگے تھے، اس زخم کی تکلیف سے وہ پریشان تھا، اور اس نے خود کشی کر کی اور مر گیا اور خودکشی کی سزا تو جہنم ہے۔

جب یہ صحابیؓ نے دیکھا کہ یہ خودکشی کر کے مر گیا تو فوراً نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا اشھد انک رسول اللہ . میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے بالکل سچی بات فرمائی، آپ اللہ کے سچے رسول ہے، یعنی پہلے سے وہ ایمان والے تھے لیکن آپ ﷺ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ سچی ثابت ہوئی، وہ بڑی قربانی دینے والے کے لئے آپ ﷺ نے جہنمی ہونے کی خبر دی تھی اور ویسا ہی ہوا اس لئے ایمان تازہ ہو گیا۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے تین بڑی عجیب باتیں ارشاد فرمائیں، جو ہم سب کے لئے نصیحت ہے۔

(۱) بہت سی مرتبہ آدمی کوئی عمل کرتا ہے، لگتا ایسا ہے کہ وہ عمل جنت میں لے جائے گا اور نظر بھی یہ آتا ہے کہ وہ عمل جنتی لوگوں کا عمل ہے لیکن حقیقت میں وہ جہنمی والا عمل ہوتا ہے، اخلاص کا نہ ہونا یا کوئی اور بات ہو جانے کی وجہ سے۔

اور بہت سی مرتبہ انسان کوئی عمل کرتا ہے جو ظاہر میں جہنمی والا عمل ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ آدمی جنتی ہوتا ہے اس لئے کسی بھی انسان کے کسی ظاہر عمل کو دیکھ کر فیصلہ نہ کرو، حقیقت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ھو اعلم بمن اتقی وہ اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتا ہے دل کے حال کو، صحیح تقوی کس کے پاس ہے۔

(۲) حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ دو اہم باتوں کا اعلان

کروایا، جنت میں صرف ایمان والا ہی داخل ہوگا، جس کے پاس صحیح ایمان ہے وہ جنت میں جاوے گا۔

(۳) اور یہ بھی اعلان کروایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید، تقویت فاجر آدمی سے بھی کرواسکتے ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے کسی کے محتاج نہیں ہے، فاسق، فاجر، منافق سے بھی اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام لے سکتے ہیں۔

اس واقعہ نے ہم کو تنبیہ کردی کہ دین کا کام کوئی ہماری جاگیر نہیں، جس کسی کو اللہ تعالیٰ قبول کرلے اپنے دین کے لئے وہ سعادت مند ہے، اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے ہم کو قبول فرمالے، ہمارا کوئی احسان نہیں ہے۔

﴿قرآن مجید کی ایک چونکادینے والی آیت﴾

(۳) وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم (سورۂ محمد، آیۃ: ۳۸) اور اگر تم منہ موڑدگے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردیگا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کے متعلق بڑے بے نیاز ہے، وہ دین کا کام کسی سے بھی لے سکتے ہے، وہ ہماری صلاحیت، ہمارے مال، ہمارے اوقات، ہماری زندگی کے محتاج نہیں ہے، کیسی ڈرانے والی بات اس آیت میں ارشاد فرمائی گئی، اگر تم منھ پھیراؤ گے، ہمارے دین کا کام نہیں کروں گے، دین پر عمل نہیں کروں گے تو تمہاری جگہ دوسروں کو کھڑا کردیا جاوے گا اور وہ دین کے معاملہ میں کمزور اور مداہنت اور نرمی بتانے والے نہیں ہونگے۔

﴿ایک نومسلم کی عجیب بات﴾

بمبئی میں دعوت وتبلیغ کے کام کا مرکز کھوکھا بازار میں ہوا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایک جماعت بیرونِ ملک کی آئی ہوئی تھی، اس میں ایک نومسلم بھائی تھے، وہ بیان کررہے

تھے، دورانِ بیان انہوں نے مسلمانوں سے فرمایا:

تم مسلمان ہو خاندانی طور پر تمہارے باپ دادا مسلمان تھے، تمہارا خاندان مسلمان اس لئے تم مسلمان ہو گئے اور بغیر محنت کے خاندانی طور پر اسلام مل گیا، اس لئے تم نے قدر نہیں کی۔

اور آج ہم لوگوں کو دین ملا بڑی محنت کے بعد، قربانیوں کے بعد اور جو چیز محنت اور قربانی سے ملتی ہے، اس کی دل میں قدر و قیمت، اہمیت اور عظمت ہوتی ہے۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ دین کا کام کیسے لوگوں سے لے رہے ہیں، کسی زمانہ کے دین کے دشمنوں سے لے رہے ہیں، آج جو نومسلم ہے وہ دین سیکھنے اور دین پر عمل کرنے کے سلسلہ میں عجیب جذبہ رکھتے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی قدر عطاء فرمائے۔

﴿ہر علاقہ میں مکمل دین کے جاننے والے افراد کا وجود﴾

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (سورہ توبہ آیہ: ۱۲۲) [لہٰذا ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (قتال کے لیے) نکلا کرے تا کہ (جو لوگ قتال میں نہ گئے ہو) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے محنت کریں اور جب ان کی قوم کے لوگ (جو قتال میں گئے ہیں) ان کے پاس واپس آئیں تو یہ ان کو متنبہ کریں تا کہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں].

اس آیۃ سے اشارہ ملتا ہے کہ ہر علاقہ سے کچھ نہ کچھ افراد مکمل دین کا علم حاصل کرے اور مختلف علاقوں میں رہ کر مسلمانوں کی دینی ضروریات کے مواقع پر پوری رہبری کریں یہ نہایت ضروری عمل ہے، یہ تو ہوگا نہیں کہ تمام افراد مکمل دین کا علم سیکھنے کے لیے فارغ ہو جائیں، اور تمام حضرات قتال کے لئے نکل پڑے۔

﴿خلاصۂ کلام﴾

بحیثیت امتی ہونے کے ایک ایک امتی کی اہم ترین ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام کاموں کو یعنی حضور ﷺ جن جن کاموں کو لے کر تشریف لائے ، اس کے حقوق کو ادا کرے، ہر ایک امتی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونی کی حیثیت سے ان تمام کاموں کا حق ادا کرنا ہے۔

﴿سورۃ العصر کا عجیب مضمون﴾

وَالْعَصْرِ، اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ،اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ.

ترجمہ: زمانے کی قسم! انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔

اس سورت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

اس سورت نے مسلمانوں کو ایک بڑی ہدایت یہ دی کہ ان کا صرف اپنے عمل کو قرآن وسنت کے تابع کر لینا جتنا اہم اور ضروری ہے اتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان اور عمل صالح کی طرف بلانے کی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرے، ورنہ صرف اپنا عمل نجات کے لیے کافی نہ ہوگا، خصوصاً اپنے اہل وعیال اور احباب ومتعلقین کے اعمال سیئہ سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے اگرچہ خود وہ کیسے ہی اعمال صالح کا پابند ہو، اسی لیے قرآن وحدیث میں ہر مسلمان پر اپنی اپنی طاقت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کیا گیا ہے، اس معاملہ میں عام مسلمان بلکہ بہت سے خواص تک غفلت میں مبتلا ہیں، خود عمل کرنے کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں، اولاد وعیال کچھ بھی کرتے رہیں اس کی فکر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آیۃ کی ہدایت پر عمل کی توفیق

نصیب فرمائیں۔

﴿ذمہ داری کے متعلق سوال﴾

ایک حدیث میں فرمایا الا کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیته فالامام الذي على الناس راع و هو مسؤل عن رعيته و الرجل راع على اهل بيته و هو مسؤل عن رعيته و المرء ة راعية على بيت زوجها و ولده و هي مسؤلة عنهم و عبد الرجل راع على مال سيده و هو مسؤل عنه ،الا فكلكم راع و كلكم مسؤل عن رعيته.(مشكوة شريف متفق عليه كتاب الأمارة ،فصل اول)

سنو! تم سب کے سب نگہبان ہو، تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال ہوگا چنانچہ امیر (بادشاہ) لوگوں پر نگہبان ہے اس سے اپنے ماتحتوں (عوام) کے بارے میں سوال ہوگا اور بیوی اپنے شوہر کے گھر پر اور اس کی اولاد پر نگہبان ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا اور مرد کا غلام اپنے آقا کے مال کی دیکھ بھال کرنے والا ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا، غور سے سنو! تم سب کے سب نگران ہو اور تم سب سے اس کے ماتحتوں سے متعلق سوال ہوگا۔

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے، ہم میں سے ہر ایک سے ذمہ داری کا سوال ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تمام قسم کے انسانوں کے لئے تھی، وہ اب امت کے ایک ایک فرد کی ذمہ داری ہے اور اسی ذمہ داری کے بارے میں اللہ تعالی قیامت کے دن سوال فرمائیں گے کہ تم نے اللہ تعالی کا دین اللہ تعالی کے بندوں کو پہنچایا کہ نہیں؟ دین کی جو بات جانتے تھے وہ تم نے دوسروں کو پہنچائی کہ نہیں؟

﴿دینی کام والوں کے لیے بنیادی اصول﴾

دیکھو! آدمی جس لائن میں کام کرتا ہے، جس نہج پر کام کرتا ہے اس لائن اور اس نہج کے سلسلہ میں ہمارے حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم اکثر بیانوں میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اپنے کاموں کے متعلق غلبہ ہونا چاہئے؛غلو نہیں ہونا چاہئے۔

بہت اہم قیمتی جملہ ہے ہمیشہ یادرکھئے، جس کام میں، جس فلڈ میں ہم لگے ہوئے ہیں، جس شعبہ سے ہم متعلق ہیں اس کام کے متعلق غلبہ تو ہونا چاہئے لیکن غلو نہیں ہونا چاہئے۔

غلبہ کا مطلب کیا؟ مثلا میرا تعلق تعلیم کے شعبہ سے ہے تو میرے زیادہ اوقات ،میری زیادہ صلاحیت، میری زیادہ کوششیں، میری زیادہ قربانیاں، میری زیادہ فکریں اس تعلیم میں لگیں یہ ہے غلبہ۔

میرا تعلق تزکیہ کے شعبہ سے ہے تو میں اپنی صلاحیت، اپنا وقت، اپنی جانی-مالی قربانیاں زیادہ اس کی طرف لگاؤں یہ ہے غلبہ کا مطلب۔

میرا تعلق دعوت وتبلیغ کے شعبے سے ہے تو میری صلاحیت، میری جانی مالی قربانی کا زیدہ حصہ اس میں لگے۔

لیکن غلو نہیں ہونا چاہئے۔

غلو کا مطلب کیا؟ میں جس شعبہ میں کام کررہا ہوں اس شعبہ کے علاوہ دوسرے شعبے والوں کو حقیر سمجھوں کہ یہ تو کچھ نہیں ہے یہ کام تو صحیح نہیں ہے، یہ کام دین کا نہیں ہے اس کام کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ ہے غلو۔

گویا غلو کا حاصل یہ ہوا دین کے جس شعبہ سے ہمارا تعلق ہے اس کے سوا دوسرے دین کے کاموں کو کچھ نہ سمجھنا بے قدر و قیمت سمجھنا اس کی اہمیت اور افادیت کا انکار کرنا۔

﴿غلو کی ممانعت﴾

اور یہ غلو وہ چیز ہے جس نے پچھلی امتوں کو برباد کر دیا۔'' قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعُواْ أَهْوَاء قَوْمٍ قَدْ ضَلُّواْ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّواْ كَثِيراً وَضَلُّواْ عَن سَوَاء السَّبِيلِ (سورة المائدہ آية:۷۷)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو مت کرو اور کسی قوم کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو کہ پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سوں کو انہوں نے گمراہ کر دیا ہے اور خود راہ راست سے بھٹک چکے ہیں۔

اس آیت سے بہت ہی عمدہ بات ہم کو مل گئی کہ اللہ کے دین کے بارے میں غلو نہ کرو۔ اس لئے یہ بات بہت اچھی طرح ذہن میں رکھو کہ ہم جس شعبہ سے متعلق ہیں اس شعبہ کے متعلق غلبہ ضرور ہو لیکن غلو نہ ہو۔

﴿غلو کے چار درجے﴾

اب غلو کے چار طبقے سمجھ لو اچھی طرح سے (۱) تنقیص (۲) تحقیر (۳) تردید (۴) تکفیر۔ یہ چار شعبے ہیں غلو کے۔

﴿تنقیص کا مطلب﴾

تنقیص کا مطلب کیا؟ ہم دوسرے دینی کام کرنے والوں کے کام میں کوئی عیب اور نقص تلاش کریں، مثلاً میرا تعلق مدرسہ سے ہے تو میں دعوت کے کام والوں کے بارے میں عیب تلاش کروں۔

یا میرا تعلق دعوت سے ہے تو میں مدرسہ والوں کے بارے میں تنقیص کروں گا یعنی ان میں نقص کیا ہے؟ عیب کیا ہے؟ کمی کیا ہے؟ کمزوری کیا ہے؟ کوتاہیاں کیا ہیں؟ میں

اس کو ڈھونڈوں گا اور اس کو لوگوں میں پھیلاؤ، یہ ہوئی تنقیص۔

﴿تنقیص خیر﴾

اگر تنقیص برائے اصلاح ہو مثلاً میں مرید ہوں تو میرے شیخ کو حق ہے کہ وہ میرے حالات پر نظر رکھیں میں شاگرد ہوں تو میرے استاذ کو حق ہے کہ وہ میرے حالات پر نظر رکھیں، میں اگر باپ ہوں تو مجھے حق ہے میری اولاد پر کہ میں ان کے حالات پر نظر رکھوں میں کسی خاندان یا قوم کا ذمہ دار ہوں تو مجھے حق ہے کہ میں اپنے عوام اور ماتحتوں پر نظر رکھوں اور ان کی ایک ایک چیز کو باریکی سے دیکھوں جہاں کوئی کوتاہی ہوئی فوراً ان کی کوتاہی پر پکڑ کروں یہ صحیح اور مناسب کام ہے۔

اخلاص کے ساتھ اصلاح کی غرض سے صحیح ڈھنگ سے شفقت ومحبت ونرمی کے ساتھ خیر خواہی اور دنیا آخرت کی بھلائی کے جذبہ سے کسی کو اس کی کمی کوتاہی بتاؤں یہ تنقیص خیر ہے۔

﴿باری تعالیٰ کا انداز تربیت﴾

دیکھو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا "یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۂ تحریم، آیۃ: ۱)

ترجمہ: اے نبی! جو چیز اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے تم اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اسے کیوں حرام کرتے ہو]" یہ کیا چیز ہے؟ غور کرو اس مضمون پر؛ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت فرمائی گئی اور کمال کے انتہائی درجہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ نے پہنچایا۔

نبی علیہ السلام کی تربیت اللہ رب العزت نے فرمائی، قرآن مجید میں آپ غور کیجئے

،کتنی جگہوں پر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو "لِمَ" کے لفظ سے مخاطب فرمایا، یہ "لِمَ" کا لفظ روک ٹوک کے لئے بولا جاتا ہے اور اسی کا نام تربیت ہے، نبی کا دل خشیت الٰہی سے بھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے جہاں بھی قرآن نے نبی کو "لِمَ" کے لفظ سے باری تعالیٰ نے خطاب فرمایا وہاں پہلے یا بعد میں مغفرت کی بشارت بھی سنا دی، تاکہ مغفرت کے محبوبانہ الفاظِ بشارت کے ذریعہ نبی کا دل اس کا تحمل کر سکے۔

بہر حال یہ خطاب "لِمَ" سے تربیت کے واسطے ہے، اسی لئے کہ روک ٹوک کا فائدہ ہوتا ہے اور مخاطب کی اس سے تربیت ہوتی ہے۔

ترقی اور تربیت کے لئے اپنے ماتحتوں اور اپنے متعلقین کے حالات پر غور سے دھیان سے نظر کرنا تاکہ ہم ان کی کمی کوتاہی بتلاویں اور بتلا کر ان کی تربیت کریں۔ یہ اچھی بلکہ ضروری چیز ہے اور یہ ہونا چاہئے۔

آج تو ماتحتوں کو روکنا ٹوکنا ہم نے چھوڑ کر رکھا ہے اور اس کو "شرافت" "حکمت"، "مصلحت" "نرمی" کا غلط عنوان دیا جاتا ہے جس سے فساد پھیل رہا ہے۔

دورانِ درس عبارت میں تنقیص

ہم طلباء عزیز آپ کو عبارت میں ٹوکتے کیوں ہیں؟ کس مقصد سے عبارت میں ٹوکا جاتا ہے؟ تاکہ آپ کی عبارت صحیح ہو جائے آپ صحیح عبارت پڑھیں، پھر کبھی تھوڑی دیر کے لیے بطور تنبیہ کھڑا کیا جاتا ہے۔

کوئی دینی مجلس میں یا درسگاہ میں نیند نکالیں تو اس کو تنبیہ کی جاتی ہے، بیدار کیا جاتا ہے۔

تو کیا یہ تنبیہ کرنا عداوت ہے؟

واللہ ہم آپ کو حقیقی اولاد کے درجہ میں سمجھتے ہیں۔

کیوں؟

تا کہ آپ حضرات اس سبق کی اس دینی بات کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کی اہمیت جو آپ کے دل میں مستحضر نہیں ہے اس کا استحضار ہو جائے۔

اس لئے تنبیہ کی جاتی ہے۔

یہ تو تنقیص و تنبہ برائے اصلاح برائے تربیت ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے، بلکہ بھلائی ہے۔

﴿تنقیص شر﴾

لیکن اگر تنقیص کا مقصد ہو:

عیبوں کو اچھال کر کے بدنام کرنا۔

اور عیبوں کو اچھال کر کے اس کام کی اہمیت کو گھٹا دینا۔

اس کام کی عظمت کو لوگوں کے دلوں سے مٹا دینا۔

اس کام کے بارے میں لوگوں میں غلط فہمی پیدا کرنا۔

اس کام کے متعلق لوگوں میں شکوک شبہات پیدا کرنا تو اس تنقیص کی شریعت میں ہرگز اجازت نہیں۔

﴿نہایت اہم حدیث﴾

حدیث میں اس کے لئے ایک اہم رہنمائی زبردست ضابطہ آیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "المؤمن مرآة المؤمن" (ابو داؤد، باب في النصيحة) مسلمان مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے شارح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ میں اس کا ایک مطلب یہ بیان فرمایا:

کہ آئینے کی صفت کیا ہوتی ہے؟ آپ گئے آئینہ کے سامنے تو آپ کے سامنے

ہ آپ کے چہرے اور بدن پر جو عیب ہے، وہ آئینہ صرف آپ ہی کو بتلائیگا آپ وہاں سے ہٹ گئے ایک سیکنڈ کے بعد دوسرا آدمی آیا تو آئینہ اس کو نہیں بتلائیگا کہ آپ سے پہلے فلاں آدمی آیا تھا اس میں یہ عیب تھا وہ عیب تھا کبھی آئینہ اس کو بتائے گا نہیں آئینہ اسی کو بتلاتا ہے جو اس کے سامنے آ کر کھڑا رہا۔

غرض ایک مؤمن دوسرے مومن میں کوئی عیب دیکھے تو اس کو اچھالے نہیں اس کی تشہیر نہ کرے اس کی Publisity نہ کرے بلکہ اس مومن کے پاس جا کر پورے ادب اکرام احترام کے ساتھ بتائے کہ بھائی آپ میں یہ کمی کوتاہی مجھے معلوم ہوئی ذرا اصلاح کرلو اس کا اچھا انجام ہوگا۔

دوسری حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جتنا عیب ہوتا ہے آئینہ اتنا ہی بتاتا ہے اپنی طرف سے بڑھا چڑھا کر نہیں بتلاتا آپ کے چہرہ پر ایک دھبہ ہے تو آئینہ آپ کو ایک ہی بتلائے گا یہ نہیں کہ اپنی طرف سے بڑھا کر دو دھبے بتلاوے۔

ایک مسلمان کی شان یہ ہونی چاہئے اپنے مومن بھائی کی جتنی کمی کوتاہی ہے بس اتنی ہی اس کو بتاوے اپنی طرف سے حواشی کا اضافہ نہ کرے شارح نہ بن جائے اس میں اپنی طرف سے بہت ساری چیزیں ملا کر اس کو نہ پھیلائے۔

یہ پہلا درجہ ہوگیا غلو کا تنقیص اس کو دھیان میں رکھنا کہ تنقیص اگر فاسد مقصد سے ہو تو شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

غلو کا دوسرا درجہ: تحقیر

غلو کا دوسرا درجہ آتا ہے تحقیر کا کہ دوسروں کو پھر حقیر سمجھنے لگتے ہیں کہ میں اچھا میرا کام۔

اچھا میں ہر سال پابندی سے چلہ دیتا ہوں میں بہت اچھا اور یہ مولوی لوگ کبھی

چلہ میں نہیں جاتے اس لئے ان کی کوئی حیثیت نہیں ان کا کوئی مقام نہیں۔

اسی طرح کوئی عالم یہ نہ سمجھے کہ میں اچھا کہ پڑھنے پڑھانے میں پوری زندگی خرچ کرر ہاہوں اور یہ لوگ تو صرف چند دنوں چلہ چار مہینہ اللہ کے راستہ میں نکلتے ہیں، بس پھر کچھ نہیں کرتے۔

اس طرح کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو اور اس کے دینی کاموں کو حقیر نہ سمجھے، اس تحقیر کو حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سختی سے منع فرمایا ہے۔

اکابر صوفیاء کا قول ہے کہ کسی کافر کو اس کے کفر کی وجہ سے حقیر سمجھنے کی اجازت نہیں جیسا کہ قطب عالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ملفوظات میں ہے، اس کی شرح یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کافر مومن ہوجائے اور نعوذ باللہ مؤمن کا ایمان ختم کردیا جاوے۔

ہم کو جب حکم ہے کہ کافر کو اس کے کفر کی وجہ سے حقیر سمجھنے کی اجازت نہیں۔

تو ایک شعبہ میں دین کا کام کرنے والے کا دوسرے شعبہ والوں کو حقیر سمجھنا کیسے درست ہوگا۔

اس لیے علماء دعوت کے کام کے ساتھیوں کو حقیر نہ سمجھے، یہ حقارت زبان پر بھی نہ ہو اور دل میں بھی نہ ہو۔

اور بعض ہمارے علماء یہ سمجھتے ہیں کہ جس کو کچھ کام نہیں ہوتا وہ لوگ تبلیغ میں نکل پڑتے ہیں، ایسا نہ سمجھے۔

اور دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والے حضرات علماء، حفاظ کو حقیر نہ سمجھے، ان کے کام کو بیکار اور تنخواہ کے لئے دنیا کا کام نہ سمجھے۔

﴿حقارت پر ایک واقعہ﴾

ایک بھائی مدرسہ میں آئے، انہوں نے مدرسہ کا معائنہ کیا اس مدرسہ کے مہتمم

صاحب نے ان کو معائنہ کرایا معائنہ کرانے کے بعد کہا کہ بھائی کچھ مشورہ ہو تو بتایئے؟
کہنے لگے ماشاء اللہ آپ مدرسہ تو بہت بڑا چلا رہے ہو، بچے بھی آپ کے مدرسہ میں بہت ہیں، کئی کئی شعبے آپ کے یہاں آباد ہیں لیکن آپ کے یہاں دین کا کام کیا ہوتا ہے؟

ایک بزرگ فرمانے لگے، آج ہر ایک اپنی زبان سے اپنے کام کو اپنا سمجھتا ہے کہ مدرسہ میرا، مکتب میرا، خانقاہ میری۔ کوئی ایسا بندہ نہیں جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین میرا۔

دونوں باتیں بہت ہی حیرت انگیز ہیں۔

بہت حیرت بھرا سوال ہے کہ دین کا کام کیا ہوتا ہے؟

یہ کیا چیز ہے؟

مدرسہ چلانا کیا دین کا کام نہیں؟

مدرسہ میں قرآن مجید ناظرہ، حفظ قرآن، تجوید قراءۃ، مسائل سکھانا، حدیث پڑھانا، تفسیر پڑھانا کیا یہ دینی کا کام نہیں ہے؟

کیا چلہ میں جانا، اللہ تعالیٰ کے لئے وقت لگانا دین نہیں؟

اس لئے دعوت کے ساتھی مدارس کی اہمیت کو سمجھے اور علماء دعوت کے کام کی اہمیت کو سمجھے۔

﴿غلو کا تیسرا درجہ؛ تردید﴾

تیسرے نمبر پر ہے تردید کہ جب حقارت آتی ہے دوسرے شعبوں میں کام کرنے والوں کی تو لوگ تردید کرنے لگتے ہیں کہ یہ کام غلط ہے اور یہی کام صحیح ہے۔

آج کل ہمارے بہت سارے لوگ کیا کہتے ہیں؟ کہ دعوت کا کام کشتی نوح ہے جو اس میں بیٹھے گا کامیاب باقی سب گمراہ۔

اور بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مدرسہ میں پڑھانا اصل ہے باقی سب غلط۔

دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں، یہ ہے تردید، جو بہت خطرناک درجہ ہے۔

دین کے کسی کام کو دین نہ سمجھنا یہ انسان کی گمراہی کے لئے کافی ہے۔

جہاں قرآن کی تعلیم ہوتی ہو جہاں دین کے احکام سکھائے جاتے ہوں جہاں خانقاہیں، مرکز ہوں، یہ سب دین کا کام ہے، اس کو دین کا کام نہ سمجھنا یہ بھی نہایت خطرناک گناہ کی چیز ہے یہ ہوئی تردید۔

تردید کی ایک مثال لے لو ایک صاحب کہنے لگے کہ آپ مولوی لوگ جماعت میں کیوں نہیں جاتے؟

دوسرے صاحب نے جواب دیا بھائی مدرسہ میں پڑھا رہے ہیں پڑھ رہے ہیں یہ دین کا کام نہیں ہے؟

اس نے کہا آپ اس پر تنخواہ لیتے ہو اس لئے یہ دین کا کام نہیں ہوا اور ہم جماعت میں جاتے ہیں تو اس میں اپنی جان اپنا مال لگتا ہے وہ دین کا کام ہے۔

میں نے کہا اللہ کے بندے ذرا سوچو تو صحیح کہ اگر یہ سارا مجمع پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر کے دنیا کمانے لگ جائے۔

تو امت کو فرائض واجبات دینی احکام بتلائے گا کون؟

قرآن کون سیکھائے گا؟

امامت کون کرائے گا؟

دعوت کا کام بھی بہت ضروری اور مدرسوں میں پڑھنا پڑھانا بھی بہت ضروری۔

﴿دینی کاموں پر اجرت﴾

اس پر میں دو باتیں عرض کر دوں، حضرات فقہائے کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں جن کاموں پر اجرت (تنخواہ) کو جائز قرار دیدیا ان کاموں کو اجرت کے ساتھ

کرنے سے وہ کام دین ہی کا رہے گا، اس کام کا دین ہونا ختم نہیں ہو جائے گا۔

حضرات فقہائے متاخرین نے حالات کے اعتبار سے یہ فیصلہ کیا کہ اس دور میں امامت مکتب مدرسہ تعلیم قرآن اذان ان سب پر تنخواہیں لینا جائز ہے اگر کوئی تنخواہ لے کر یہ سارے کام کرے تو یہ دین ہی کا کام ہے دین کا کام ہونا ختم نہیں ہو جاتا۔

اور قرآن پڑھنا پڑھانا اتنا عظیم کام ہے کہ دنیا کی کوئی تنخواہ کوئی معاوضہ اس کا بدلہ ہو ہی نہیں سکتا یہ تو صرف جو اپنا وقت لگتا ہے ان مبارک کاموں کے لئے اس وقت کے لگنے پر اور ضروریات زندگی کے لئے بقدر ضرورت تنخواہ کی شکل میں کچھ لے لیتے ہیں، کچھ دے دیا جاتا ہے۔

معصیت صرف نبیوں کے لئے

ایک مرتبہ ہمارے جامعہ ڈابھیل کے قریب ویسما میں بڑا اجتماع ہونے والا تھا، کافی تیاریاں ہوگئی، اجتماع شروع ہوا، اور بارش آگئی تو ایمرجنسی میں پورا اجتماع جامعہ میں منتقل کر دیا گیا، طلباء کی تین دن کی تعطیل کر دی گئی اور کلاس اور تمام عمارتیں مہمانوں کے لئے خالی کر دی گئی، اس موقع پر اسی مسجد میں داعی الی اللہ حضرت مولانا یونس صاحب پوناوالے مرحوم کا بیان ہوا، تو موصوف نے فرمایا: دین کے تمام شعبے اور اس میں کام کرنے والے پورے تیقن کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ ہم سو فیصد صحیح کام کر رہے ہیں، غلطی ہر ایک سے ہوتی ہے، معصوم تو صرف نبی ہوتے ہے، لیکن غلطی کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو بحث کا موضوع بنائے اور اس غلطی کی تشہیر کرے، محبت سے مل جل کر اس غلطی کی اصلاح کرے، اس طرح نرمی سے اصلاح کرنا یہ بھی دین کی ایک مدد ہے۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا محمد انعام

[ا]حسن صاحب کو تبلیغ میں لگانا

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدھما امیر تبلیغ شروع میں جماعت تبلیغ کی طرف زیادہ متوجہ نہیں تھے، علمی انہماک زیادہ تھا، حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی طحاوی شریف کی شرح امانی الاحبار اور حیات الصحابہ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا علمی مقام کیسا تھا اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے علمی نکات خود حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے بخاری شریف کی شرح ''الابواب والتراجم ''میں نقل فرمایا ہے۔

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کو بڑا فکر تھا کہ ان دونوں حضرات کو تبلیغ کی طرف کیسے متوجہ کیا جائے؟

اس کام کے لیے خود حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے میرے مرشد اول حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کو ہی مقرر فرمایا کہ ان کو تبلیغ کی طرف متوجہ کریں۔ چنانچہ مفتی محمود حسن صاحبؒ نے تدبیر وحکمت کے ساتھ مختلف مجالس میں گفتگو فرمائی اور اشکالات اور شبہات کو دور فرمایا اور دونوں حضرات کو تبلیغ کی طرف متوجہ فرمایا۔

چنانچہ ایک موقع پر جبکہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ ہردوئی اسٹیشن سے ٹرین سے گذر رہے تھے اور حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ ہردوئی میں قیام فرما تھے، حضرت مفتی محمود صاحبؒ ہردوئی شہر سے ایک بڑا مجمع لیکر اسٹیشن پر ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، یہ تھا ہمارے اکابرین میں ایک دوسرے کے اکرام کا معاملہ، کہ مجمع لیکر اسٹیشن پر ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی نظر جب حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ پر پڑی تو آپ نے قریب بلایا اور فرمایا بہت سے مسائل کے متعلق سوالات جمع ہو رہے ہیں پہلے ان کو حل کرنا ہے، بعد میں دوسروں سے

ملاقات ہوگی، چنانچہ حضرت مفتی محمود حسنؒ نے ان تمام مسائل کو جلدی جلدی حل فرمایا اس کے بعد دوسرے حضرات سے مصافحہ ہوا۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ سے فرمایا کہ پہلے تو ہمارے پیچھے پڑے رہتے تھے ہم کو تبلیغ کے کام میں لگانے کے لیے اور ہم کو تبلیغ کے کام میں لگا کر خود پیچھے ہٹ گئے، (حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے شروع میں حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ میوات میں بہت وقت لگایا ہے) اب ہماری خبر نہیں لیتے، حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا ہمارے حوالے جو کام کیا گیا تھا (یعنی حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو تبلیغ میں لگانے کا) ہم نے اس کو انجام دے دیا اور ہم اسمیں کامیاب ہیں اور کسی ایک کونے میں پڑا رہنے دیجئے تاکہ کتابیں دیکھتے رہیں ورنہ کوئی مسائل بتلانے والا بھی نہیں ملے گا۔

اس لئے بعض مرتبہ میرے حضرت، حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کی مجلس میں جب تبلیغ کا تذکرہ ہوتا تو حضرت فرماتے کہ میں تو کر چکا یعنی تبلیغ کا کام کر چکا (مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو لگا چکا) اب یہ دونوں حضرات جو کچھ کریں گے اس میں اجر کا بہت بڑا حصہ حضرت مفتی محمود صاحبؒ کے نامۂ اعمال میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے، نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے، کسی اچھے کام کی طرف کسی کی رہبری کردو اور اس نے وہ عمل شروع کردیا تو اس کے نیک عمل کا تم کو بھی ثواب ملے گا اور اگر عمل نہ کرے تو بھی صحیح دینی رہبری کرنے کا اجر تو مل ہی جاوے گا۔

﴿جوڑے والا واقعہ﴾

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے بہت ہی تدبیر سے، بڑی محنت وفکر سے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو تبلیغ میں کے کام میں لگوایا اس لئے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے اشکالات ختم ہونے اور تبلیغی کام کے لئے شرح صدر ہونے پر خوشی میں ایک جوڑا کرتا پائجام بنوا کر حضرت مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہ کی خدمت میں ہدیہ پیش فرمایا۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ تبلیغی جماعت کی ابتداء میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی معیت میں حضرت جی مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے مشوروں میں بھی شریک رہے، اور حضرت جی مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرض الوفات میں تقریباً ایک ماہ حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں مرکز نظام الدین مستقل قیام فرمایا۔

﴿بم ساز اور بم بار﴾

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے ایک موقع پر سنایا تھا کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے سنایا تھا کہ ہم بم ساز ہے (مدارس میں علماء کو تیار کرتے ہیں) اور تم (یعنی تبلیغ والے) بم بار ہو (ان علماء کو مختلف ممالک میں تبلیغ کے لئے روانہ کرتے ہو) (حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ اور جماعت تبلیغ، ص:۳۷)

﴿غلو کا چوتھا درجہ؛ تکفیر﴾

چوتھا مرحلہ آتا ہے تکفیر کا نعوذ باللہ ایسا مقام آجاتا ہے کہ دین کے کام کرنے والے آپس میں ایک دوسروں کو کافر کہنے لگے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہم خصوصی دعاء کرتے ہیں کہ دین کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کی حد تک نہ پہنچے، تردید، تحقیر، تنقیص کے شر سے اپنے آپ کو بچانے والے بنے۔

دیکھو یہ غلو کے سلسلے شروع ہوئے کہاں سے اور کہاں جا کر ٹھیرے؟ تنقیص، تحقیر، تردید اور تکفیر۔

جمیعت علماء اور جماعت تبلیغ ایک واقعہ

ایک واقعہ سناتا ہوں، نظام الدین مرکز میں جہاں اوپر حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم کا کمرہ سمجھا جاتا ہے اس کمرے میں حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب کی زبان سے اپنے ان کانوں سے سنا ہے، اور یہی واقعہ بندہ نے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب (سابق صدر جمیعت علماء گجرات) سے بھی سنا۔ اور وہ مسجد میں کھڑے ہو کر سناتے تھے کہ یہ واقعہ میں نے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے سامنے بیٹھ کر سنا ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ ہندوستان کی جب آزادی ہوئی ۱۹۴۷ء میں اور ملک کی نئی پارلیمنٹ بنی تو .R.S.S والوں نے اور .R.S.S کے ترجمان ممبر آف پارلیمنٹ نے ملک کے پہلے وزیر اعظم نہرو جی کے سامنے فتنہ کھڑا کیا کہ دعوت وتبلیغ کے کام پر ملک میں پابندی لگنی چاہئے، ان تبلیغ والوں سے کہو کہ پاکستان چلے جائیں، ان کو یہ بدگمانی ہوئی ہوگی کہ تبلیغ کا کام مسلم لیگ کا ہے، حالانکہ یہ سراسر تہمت ہے، (حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ تو متحدہ ہندستان کے حامی تھے، حضرت شیخؒ کی آپ بیتی میں اس کی تفصیل موجود ہے)

دو نظریے

اور وہ ایک قدیم نظریہ کی بحث تھی (۱) اسی ملک میں ایک مسلم لیگ کا نظریہ تھا، جس کے بانی محمد علی جناح تھے اور (۲) دوسرا جمیعت علماء کا نظریہ تھا جس کے بانی ہمارے اکابرین جمیعت علماء تھے، یہ دو نظریہ والوں میں ٹکراؤ ہوا لیکن لیگ والوں کی انگریز اور

چالاک تشدد پرست ہندوؤں نے تائید کی اور ملک تقسیم ہوا، اکابرین جمعیت متحدہ ہندوستان کے قائل تھے، اور مدنی فارمولہ کے ذریعہ سے متحدہ ملک کا خاکہ پیش کیا گیا اور لیگ والے تقسیم پر بضد تھے اگرچہ لیگ والوں کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی ان لوگوں نے کی ہے جو آج بھارت کی آزادی کے ہیرو کے طور پر مشہور کئے گئے ہیں مولانا آزاد مرحوم کی کتاب India Wins Freedom میں اس کی تفاصیل موجود ہیں۔ تو کہا کہ تبلیغ والوں سے کہو کہ تمہارا مرکز نظام الدین سے ہٹالو اور پاکستان چلے جاؤ۔ بہت ہنگامہ ہوا پارلیمنٹ میں تو نہرو جی نے مولانا آزاد کی طرف اشارہ کیا، مولانا اس وقت ملک کے وزیر تعلیم تھے، مولانا نے مخاطب کیا نہرو جی کو اور پوری پارلامینٹ کو سنایا:

''نہرو جی! یہ لوگ جس دعوت وتبلیغ کے کام پر پابندی لگانے کی بات کررہے ہیں

وہ میرا ہے میں اس کام کا ایک فرد ہوں اور وہ میرا کام ہے۔''

بس مولانا آزاد کے ایک جملہ نے پارلیمنٹ کو ہلادیا، فوراً نہرو جی نے کھڑے ہو کر کہا بس مولانا اب اس ملک میں کوئی اس دعوت کے کام پر پابندی نہیں لگا سکتا، نہرو جی نے بھری پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: کہ ایک مرد مومن کا ایک جملہ؛ اس کام کو اس ملک میں اور اس ملک کے ذریعہ پورے عالم میں قیامت تک جمانے کا ذریعہ بنایا۔

اس لئے حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ دونوں حضرات مولانا آزاد کی کوٹھی پر یعنی جو حکومت کی طرف سے بنگلہ ملتا ہے، وہاں جب تک مولانا آزاد حیات رہے، وہاں اہتمام سے ملنے جاتے تھے۔

اور حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب نے مجھے یہ فرمایا کہ اس ملک میں اور اس ملک کے طفیل میں پورے عالم میں جتنا دعوت کا کام ہو رہا ہے اس کے ثواب کا بڑا حصہ مولانا

آزادؒ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا، یہ ایک ان کا تائیدی جملہ ہے کہ جس نے اس تبلیغ والے کام کی حفاظت فرمائی، معلوم ہوا جمعیت علماء اور دعوت وتبلیغ یہ کوئی ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہے۔

﴿ہمارے اکابرین کا نہج﴾

میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اکابرین کی طرف سے جو مزاج ہم کو ملا وہ مزاج جوڑ اور محبت کا ملا۔

"لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ۔ (سورۂ بقرۃ آیت نمبر ۲۸۵)

ترجمہ: (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لے آئے، کسی پر نہ لائے) اور وہ یہ کہتے ہیں کہ: "ہم نے (اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو توجہ سے) سن لیا ہے، اور ہم خوشی سے (ان کی) تعمیل کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی مدد کے طلب گار ہیں۔ اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے"

ہمارا عمل شریعت محمدیہ پر ہے لیکن پچھلی شریعتوں پر بھی ہمارا ایمان ہے، وہ تمام شریعتیں اپنے اپنے زمانہ میں حق پر تھی۔

ہمارا عمل قرآن پر ہے، لیکن ہم تمام آسمانی کتابیں توراۃ، انجیل، زبور وغیرہ کو سچا مانتے ہیں کہ وہ کتابیں اپنے زمانہ میں صحیح اور سچی تھی، ہمارا ایمان جامع ہے تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر۔

﴿اس امت کی امتیازی خصوصیت﴾

دوسری ایک اہم بات ذہن میں رکھو! اس امت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزاج ملا

وہ کیا ملا؟

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (سورۃ بقرۃ آیت ۱۴۳)

ترجمہ: اور (مسلمانوں!) اسی طرح تو ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم دوسرے لوگوں پر گواہ بنو، اور رسول تم پر گواہ بنے۔ یہ معتدل مزاجی اس امت کے لئے اللہ کی نعمت ہے۔

اور یہ امت معتدل المزاج ہے نہ افراط نہ تفریط۔

ہمارے عقائد ہماری سوچ، ہماری فکر، ہمارے اعمال غرض ہماری ہر چیز میں اعتدال ہونا چاہئے ہم ہر ایک دین کے شعبے کو حق سمجھیں، یہ مزاج اپنانے کی ہم کو تاکید کی گئی ہے۔

﴿چند اصولی باتیں﴾

دیکھو چند جملے ہمیشہ کے لئے ذہن میں رکھنا ہر خیر اور حق کے کام کے لئے:

جتنے بھی دین کے کام ہو رہے ہوں اس کے لئے رفیق یعنی دوست بننا رقیب یعنی دشمن مت بننا،

معاون بننا معاند مت بننا۔ وتعاونوا علی البر والتقوی (سورۂ مائدہ: ۲) یعنی معاون، مددگار بن کر رہنا دشمن بن کر مت رہنا۔

تیسری چیز حلیف بننا حریف مت بننا، حلیف یعنی دین کے کام میں جڑ جانے والے اور حریف یعنی مخالفت کرنے والا۔

دیکھو! دین کے تمام شعبوں کی قدر اور احترام اور عظمت کے ساتھ ہم کو دین کا کام کرنا ہے۔

لسان الدعوة والتبلیغ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کا ایک ملفوظ

لاجپور میں ہماری طالب علمی کے زمانہ میں بڑا اجتماع ہوا، نظام الدین کے اکابرین کا قافلہ اس میں آیا ہوا تھا، اس اجتماع میں علماء کرام کے لئے ایک خصوصی مجلس رکھی گئی، جس میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کا بیان طے ہوا، کچھ عام مسلمان بھی اس مجمع میں شامل ہوگئے تو مولانا نے حکمت سے پہلے عربی میں بیان شروع کردیا، تاکہ صرف حضرات علماء کرام رہے، گجرات کے بعض نامور علماء کرام کو نام بنام مولانا محمد عمر صاحبؒ نے آواز دے کر کرسی کے قریب بلایا، اور بہت محبت سے فرماتے: فلاں مولانا صاحب آگے تشریف لائے، میں ان کے ملنے کا مشتاق ہوں، میں ان سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں اس طرح قریب بلاکر خیریت پوچھی، کونسی کونسی کتابیں زیر درس ہے وہ معلوم کی، اور مبارک باد اور دعائیں دی پھر بیان شروع ہوا۔

مجلس کا ادب

حدیث شریف میں بھی ہم کو مجلس کا یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ، عقل، سمجھ رکھنے والے اور بڑی عمر کے لوگ مجلس میں آگے رہے، تاکہ وہ بات پورے طور پر قریب سے سمجھ سکے۔

اور ہمارے یہاں مزاج یہ ہے کہ جب کبھی اس طرح کی دینی مجلس ہوتی ہے تو بڑے طلباء پیچھے بیٹھ جاتے ہیں، حالانکہ آگے رہنا چاہیے، ایک مرتبہ جامعہ کی اسی مجلس میں کسی بزرگ کا خطاب تھا، میں اپنی ذمہ داری کے مطابق طلباء کو مرتب بیٹھانے کی کوشش کر رہا تھا، میں نے بڑے طلباء کو آگے بلانے کے لئے مزاحاً کہا، ارے بھائی! تواضع نہ کرو، آگے آجاؤ، تو اس پر ایک مشفق استاذ نے فرمایا: یہ تواضع نہیں، تکاسل ہے، اس لئے خاص دھیان رہے مجلس میں بڑے اور سمجھدار لوگوں کو آگے رہنا چاہیے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کے بیان کا اقتباس

تو میں یہ بتا رہا تھا کہ حضرت مولانا عمر صاحبؒ کا بیان شروع ہوا، مولانا نے اس بیان میں بہت ہی والہانہ انداز میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا خط جو اشعار کی شکل میں ہے جو انہوں نے حضرت فضیل بن عیاضؒ کو لکھا تھا وہ خوب عمدہ درد بھرے لہجہ میں پڑھ پڑھ کر سنایا، خود بھی خوب روتے گئے، عشق الٰہی سے دلوں کو گرماتے گئے، اور مجمع میں حاضر علماء کو بھی رلاتے رہے، پھر ایک عجیب واقعی بات ارشاد فرمائی۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کی زبان سے اپنے ان کانوں سے یہ بات میں نے سنی اللہ گواہ ہے علماء کے مجمع میں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا ''جو علماء جو مدرسین چھوٹے چھوٹے گاؤں میں رہتے ہیں اور لوگوں کو پانچ وقت کی نمازیں پڑھاتے ہیں اور بچوں کو مکتب پڑھاتے ہیں بستی میں کسی کا انتقال ہو تو جنازہ کی نماز پڑھاتے ہیں اور بچہ پیدا ہوا تو ان کے کان میں اذان دیتے ہیں اور مسلمانوں کو ضروری، بنیادی مسائل سکھاتے ہیں اور بستی کے تمام بنیادی، دینی کاموں کا فکر رکھتے ہیں، اور ۳۰ / ۴۰ سالوں سے یعنی طویل عرصے سے دیہاتوں میں مقیم ہے۔

مولانا کے الفاظ تھے:

میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہیں کہتا، ہرگز نہیں کہتا، ہرگز نہیں کہتا کہ وہ جماعت میں جائیں پھر فرمایا:

اگر یہ جماعت میں جائیں گے، بستی کے سارے کام کون کرے گا؟ ایسے چھوٹے دیہاتوں میں نماز پڑھانے جائے گا کون؟ بچوں کو مکتب پڑھانے جائے گا کون؟ کلمہ پڑھانے جائے گا کون؟ بہت تاکید سے فرمایا کہ میں ہرگز نہیں کہتا کہ وہ جماعت میں جائیں ہاں مقامی کاموں میں مدد کرو اور شرکت کرو۔ اس لئے کہ مقامی کام بھی بہت اہم ہے، ہمارے ایک دوست وکیل صاحب چلہ میں گئے، فرمانے لگے، مقامی کام Local Standing Comiteel ہے۔

غرض ان چھوٹے دیہاتوں میں بنجر بستیوں میں بڑے مسائل ہوتے ہیں امام صاحب گئے ان کی تنخواہ جاری رکھ کر دوسرے اماموں کو تنخواہ دینا اہل بستی کے بس میں نہیں ہوتا۔

تنخواہ بند کروا کر کے امام صاحب کا جماعت میں نکلنا امام کے بس میں نہیں ہوتا ،ایسے بھی تنخواہ معمولی ہوتی ہے، تعلیمی کیفیت پر بھی بڑا اثر ہوتا ہے، بعض بستیوں میں کوئی امام گیا تو کوئی بدعتی یا گمراہ فرقے کا امام داخل ہو گیا جو نظام بنا بنایا تھا منتشر ہو گیا، اس طرح بڑے مسائل ہو جاتے ہے۔

ہاں! چھوٹی کے موقع پر کچھ مناسب نظم ہو سکتا ہو تو نکلنا چاہیے، انشاء اللہ تعالی خیر ہوگی۔

غرض یہ کہ ہم کو جو مزاج ملا ہے، دین کے ہر ایک شعبہ کے ساتھ نصرت کا مدد کا تعاون کا، اس کو برقرار رکھنا ہے۔

وارث انبیاء ہونے کا مطلب

ایک دو باتیں اور عرض کر دوں کہ یہ جو حدیث ہے "إنما العلماء ورثة الأنبياء" علماء انبیاء کے وارثین ہیں، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب کا وہی بیان جو المحمود میں چھپا ہے، اسی میں فرمایا کہ وراثت کا مطلب کیا؟

جتنی چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے بتائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی،۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تعلق مع اللہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں خدمت خلق کا جذبہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مخلوق پر رحم وکرم کا جذبہ تھا۔
جتنے صفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے۔

ان تمام صفات کو اپنانا اور اس کی دعوت چلانا یہ ورثۃ الأنبیاء کا مطلب ہے وہ تمام صفات علماء میں آئیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کا کام کیا، ہمیں بھی کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ کا کام کیا ہمیں بھی کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا کام کیا ہمیں بھی کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق خدا پر رحم وترس کھایا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے مخلوق پر رحم، ترس کھانا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کی خدمت کی ہمیں بھی کرنی ہے ان تمام کاموں کو انجام دینا علماء کے لئے خصوصی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

فکر کی بات

اور ایک درد کی بات آخر میں سنا دوں میرے مشفق ومحسن حضرت مولانا طلحہ ابن حضرت شیخ الحدیث زکریا صاحبؒ دامت برکاتہم آج کل روتے روتے لوگوں کو یہ بات بیان فرماتے ہیں:

ہمارے اسلام اور دین کے دشمن دین حق کے دشمن چاہے بدعتی ہوں، چاہے قادیانی ہوں، چاہے شیعہ ہوں، چاہے یہود ہوں، چاہے نصاری ہوں، چاہے مشرکین ہوں۔ چاہے کفار ہوں چاہے، دہریے ہوں چاہے لا مذہب والے ہوں جتنے اسلام اور دین حق کے دشمن ہیں وہ اس وقت سب آپس میں متفق ہیں اور ایک ان کا ٹارگیٹ ہے، ایک ہدف ہے وہ یہ کہ دین حق اور دین حق کا کام کرنے والوں کو ختم کیا جائے، برباد کیا جائے۔

تعجب کی بات ہے کہ تمام دشمن تو متحد ہو جائیں اور ہم اہل حق الگ الگ جماعتوں میں تقسیم ہو جائیں کہ دعوت والے الگ خانقاہ والے الگ اور مدرسہ والے الگ دکھ کی بات ہے کہ دشمن تو سب متفق اور اہل حق تین حصوں میں بٹ جائیں۔

آج کے اس خطاب کا ایک اہم مقصد

یہ مضمون آپ طلبہ کو بیان کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہمارے مولویوں میں بعض کے طبیعت میں بھی یہ غلو آجاتا ہے ان کا مزاج بگڑ جاتا ہے، اس غلو سے اپنے آپ کو بچانا ہے، جس زمانہ میں دورۂ حدیث پڑھتا تھا، ایک مرتبہ ہمارے ایک رفیق درس کا نکاح تھا، کسی گاؤں میں اس نکاح میں شرکت کے لئے جانا ہوا تو ایک مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی جو تین سال پہلے دورہ سے تکمیل کر چکے تھے، وہ سال لگا کر آئے تھے، انہوں نے پوچھا بات بات میں کہ بخاری کہاں چل رہی ہے میں نے کہا کتاب العلم۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا اکرام علی صاحبؒ کے یہاں ایمان پر مفصل تقریر ہوتی تھی، اس مولوی صاحب نے کہا جو فارغ ہو کر ایک سال لگا کر آئے تھے کہ شیخ صاحب سے کہو اب لمبی لمبی تقریریں نہ کریں تھوڑا جماعت میں بھی نکلیں، چلہ میں جائیں۔

اس طرح کے موقع پر ہمارے بعض علماء جو جماعت میں نہیں جاتے، وہ جماعت میں جانے والے علماء پر اشکال کرتے ہیں، کہ پڑھنے کے زمانہ میں محنت سے پڑھا نہیں اس لئے تبلیغ میں سیکھنے کے لئے جانا پڑتا ہے اور اب تبلیغ میں گھومنا پھرنا بند کر، پڑھانے بیٹھ جا۔

دونوں طرح کی بات میں غلطی ہے کہ ایک مولوی صاحب نے بخاری شریف کے درس کی تحقیر کر ڈالی اور دوسرے صاحب نے جماعت میں نکلنے کی تحقیر کر ڈالی، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

میں نے میرے مشفق یوروپ کے امیر تبلیغ حافظ پٹیل صاحب مدظلہ العالی کی

زبان سے رشک کے انداز میں سنا، دیکھو! مولانا اکرام صاحبؒ حدیث پڑھاتے پڑھاتے دنیا سے چلے گئے، کیسی پیاری زندگی، کیسی پیاری موت۔

یہ ہمارے بعض مولویوں کے ذہن بھی بگڑ گئے کہ جس کام میں گئے بس اسی کو سب کچھ سمجھنا اور دوسرے کام والوں کی تحقیر تردید کرنا یہ مزاج نہیں ہونا چاہئے اس لئے آپ حضرات اپنا وہ مزاج بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے **وکذلک جعلنکم امۃ وسطا** (سورۂ بقرۃ:۱۴۳) (ترجمہ: اسی طرح ہم نے تم کو معتدل امت بنایا) ہمارا مزاج معتدل ہو **لانفرق بین أحد من رسله** (ترجمہ: ہم اس کے رسولوں میں سے کسی رسول کے درمیان تفریق نہیں کرتے) (سورۂ بقرۃ:۲۸۵)

دین کا ہر کام حق ہر کام صحیح ہر کام کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نصرت مدد تعاون کرنا لیکن کسی کام کی تحقیر نہ کرنا اور کسی کام کی تردید بھی نہ کرنا اور تکفیر بھی نہ کرنا۔

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو اپنا فکر

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے حالات پڑھو، دنگ رہ جاؤ گے، میرے مرشد اول حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کی زبان سے کئی مرتبہ سنا کہ جب حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ میوات کے علاقہ سے سفر کر کے آتے تھے اگر موقعہ ہوتا تو رائپور خانقاہ میں چلے جاتے تھے حضرت اقدس رائپوریؒ کے پاس۔

اگر رائپور کی حاضری کا موقعہ نہ ہوتا تو نظام الدین پر اعتکاف کر لیتے تھے۔

ارشاد فرماتے تھے اللہ کے بندوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے تعلق مع اللہ کے سلسلہ میں دل پر گرد و غبار آجاتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ تعلق مع اللہ باقی نہیں رہتا جو ہونا چاہئے۔

مخلوق کے ساتھ زیادہ اختلاط کی وجہ سے جو گرد و غبار لگ گیا ہے اس کو اڑانے کے خاطر میں اعتکاف کرتا ہوں۔ یا حضرت رائپوری کی خانقاہ میں جاتا ہوں۔ تاکہ تعلق مع اللہ

میں وہ تازگی آجاوے جو ہونی چاہیے۔

دوسروں کی زندگی کی دینی فکروں کے ساتھ اپنی زندگی کی بھی فکر کرنا بہت ضروری ہے، فرائض، واجبات کی ادائیگی، سنتوں کا اہتمام، معمولات کی پابندی ہونی چاہیے۔

قرآن مجید میں باری تعالی کا ارشاد

اور یہ چیز تو نص میں بھی ملتی ہے إن لک فی النهار سبحاً طویلا (سورۃ مزمل:۷) دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مشغولی ہے، اور آپ ﷺ کی مشغولی کوئی دنیوی کاروباری تو تھی نہیں، بس اللہ کے بندوں کو دن بھر دین کی دعوت دینا ہوتا تھا، تو رات میں کیا کرنا ہے۔

خود اللہ تعالی فرماتے ہے: قم اللیل إلا قلیلاً نصفه أو انقص منه قلیلاً (سورۃ مزمل:۲،۳) [رات کو تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی رات میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو جایا کرو]، دن میں محنت اور رات میں اس کے لئے اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنا، یہ دین کا ہر کام کرنے والوں کے لئے بہت ضروری ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ایک غلط فہمی کا ازالہ کردوں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دعوت کا کام مولانا الیاس صاحبؒ نے شروع کیا۔

سوال یہ ہے کہ دعوت کا کام صرف مولانا الیاس صاحب نے شروع کیا ہوتا تو چودہ سو سال میں امت کا حال کیا سے کیا ہوتا۔

چودہ سو سال میں امت گمراہ ہوکر ختم ہوجاتی یہ وہ لوگ کہتے ہیں جن کو تاریخ سے واقفیت نہیں مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کی کتاب تاریخ دعوت وعزیمت پڑھو تو قرن اول سے لے کر آج تک جنہوں نے دعوت کے میدان میں کام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک ان کی تاریخیں آپ کو پڑھنے میں ملیں

گی تاریخ اسلام پڑھئے اور اولیاء کے واقعات پڑھئے۔ لہذا یہ کہنا کہ مولانا یہ کام شروع کیا غلط بات ہے؛ ہاں جس خاص نہج سے یہ کام چل رہا ہے اس خاص نہج کی ابتدا حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے ہوئی ورنہ دعوت کا کام امت کے چودہ سو سال میں کبھی بند نہیں ہوا، تواتر کے ساتھ یہ کام امت میں چلتا رہا، اللہ تعالیٰ نے اس دور میں اس خاص نہج سے دعوت کے کام کے لئے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا انتخاب فرمایا۔

دار العلوم دیوبند کا فیض

۱۸۶۶ء میں دار العلوم کی بنیاد رکھی گئی؛ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن عالم، فاضل ہوئے، پھر حضرت شیخ الہند کے شاگردوں میں حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ ہے۔ غرض مولانا الیاس صاحبؒ دار العلوم دیوبند میں پڑھے، عالم بنے، شیخ الہندؒ کا فیض ہے۔ ذالك تقدير العزيز العليم.

حضرت شیخ الہندؒ کے دل میں انسانیت کا جو فکر، درد، غم اور کڑھن تھی اس کا ایک بڑا حصہ مولانا الیاس صاحبؒ کو ملا۔

دیوبند اور تبلیغ لازم ملزوم

اب تو حکومت کی طرف سے شہریوں کا جو سروے ہوتا ہے، اس میں مذہب کے ضمن میں مسلک کا بھی سوال ہوتا ہے کہ آپ مسلمان کس مسلک سے ہے، رضاء خانی ہے، بریلوی ہے، شیعہ ہے، غیر مقلد ہے، تو ہمارے لئے حکومت کے لوگ بھی کہتے ہے، دیوبندی تبلیغی، گویا اب ہم سرکاری اصطلاح میں بھی ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم ہوگئے ہے، ایک سکہ کہ دو جانب ہوگئے ہے، تبلیغ اور دیوبند دونوں ایک دوسرے سے الگ کبھی نہیں ہوسکتے۔

ایک دیوبندی عالم سے تبلیغ شروع ہوئی تبلیغ نے دیوبندیت کو عالم کے کونے کونے میں پہنچادیا تبلیغ کی برکت سے ہمارے اکابر کا علمی، عملی، روحانی فیض عالم میں عام

ہوا، اور ہم ان دونوں نسبتوں کو فخر سے بیان کرتے ہے، ہم دیو بندی تبلیغی ہے، اور اس نسبت کو ہم دنیا وآخرت میں اپنے لئے سعادت کا ذریعہ سمجھتے ہے۔

تشکیل

میں تو آپ کو دعوت وتبلیغ کی ترغیب دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اس مبارک محنت میں لگو، آپ کے لگنے سے ایک اہم فائدہ اور ہوگا وہ یہ ہے کہ آپ وسیع دل کے ساتھ کام کروگے تو جو خطرہ، نقصان کا اندیشہ ہے، اس نقصان سے انشاء اللہ ہم بچ جائیں گے۔ اور دوسرے دنیاوی، دینی فوائد تو حاصل ہونگے ہی انشاء اللہ۔

آپ علاقوں میں جاؤں گے تو اصلاح عقائد کی اور قیام مکاتب کی بھی فکر یں کروں گے۔

ایک مفید مشورہ

بہر حال اس سلسلہ میں آپ کو حضرت شیخ زکریا صاحبؒ کی ''آپ بیتی'' کا مطالعہ کرنا چاہیے، ''مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت'' نامی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے، مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ''ملفوظات'' کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ''ملفوظات ومکتوبات'' بھی چھپے ہیں ان کو پڑھنا چاہیے۔ ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے متعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن اعظمی کی کتاب آئی ہے ''مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ اور جماعت تبلیغ'' وہ کتاب بھی پڑھنی چاہیے، اس کتاب میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمیؒ نے بہت ہی اہم اور قیمتی باتیں جمع فرمائی ہے، مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ بڑے اونچے درجہ کے عالم، شیخ الحدیث ہے، صاحب نسبت بزرگ ہے، حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ ہے اور جامعہ ڈابھیل میں مدرس تھے اس وقت بھی دعوت وتبلیغ کے کام میں برابر حصہ لیتے تھے، ہمارے نوساری بلساڑ کے ذمہ دار ویسما کے حسن چاچا صابجی مرحوم تھے

،ان کے پاس اس زمانہ میں موٹر سائیکل تھا،شام کو مدرسہ کے بعد یہ دونوں اطراف کے دیہاتوں میں تشکیل،گشت کے لئے جایا کرتے تھے،مولانا نے اعظمی نماز میں رکوع سجدہ اطمینان سے ادا کرنے کے متعلق بہت اچھی چھوٹی سی کتاب لکھی ہے،نظام الدیم مرگز پر حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم کے بیان میں میں نے خود سنا،مولانا اس کتاب کو خرید کر پڑھ کر عمل کرنے کی ترغیب دے رہے تھے۔

حضرت قطب الدین ملا صاحب کی ایک کتاب ابھی آئی ہے ’’تزکیہ واحسان اور اکابر تبلیغ‘‘ وہ بھی پڑھنی چاہیے۔ان کتابوں کو پڑھیں گے تو آپ کو سمجھ میں آئے گا کہ دعوت کا کام ہے کیا چیز؟

ہمارے حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم ہمیشہ ایک اصول بتلایا کرتے ہیں کسی بھی تحریک کو سمجھنے کے لیے پہلے اس کے بانی کی زندگی کا مطالعہ کرنا ضروری ہے،تو وہ تحریک صحیح طور پر سمجھ میں آوے گی اس لئے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زندگی اور کن حالات میں آپ نے اس خاص طرز پر محنت شروع کی اس کو کتابوں میں پڑھنا چاہیے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب نے پہلے مکاتب قائم فرمائیں پھر موجودہ تبلیغ کا کام شروع فرمایا

آج کل لوگ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زندگی تو پڑھتے نہیں۔حضرت کے حالات میں لکھا ہے کہ پہلے آپ نے میوات میں مکاتب شروع کئے پھر میوات میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔

کچھ وقت پہلے دینی نسبت پر فرانس کا سفر ہوا تو احباب نے بتایا کہ جب حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا یوروپ کا سفر ہوا تو بہت تاکید سے فرمایا،جگہ جگہ مکاتب قائم کرو،آج لوگ بڑی مقدار میں مسلمان ہو رہے ہیں،اور ان کی تعلیم کے لئے منظم نظام

میں ابھی کافی کمی ہے، تب سمجھ میں آیا کہ حضرت جیؒ نے کیسی دور بینی نگاہوں سے مکاتب کی تاکید فرمائی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس فائدے والے کام سے ہمیں جڑنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اور غلو، تشدد، اختلاف، انتشار اور افتراق سے اللہ ہماری حفاظت فرمائے (آمین) اور وسعت ظرفی کے ساتھ دین کے ہر ایک شعبے اور ہر ایک شعبے کے کام کرنے والوں کے اکرام، احترام اور ادب کے ساتھ ہمیں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)۔

ضرورت ہے کہ چھ نمبر میں سے چوتھے نمبر اکرام مسلم پر خوب عمل کیا جائے، عام مسلمان، اور علماء، اور حفاظ اور دین کا کام کرنے والوں کا خوب اکرام کیا جائے حدیث شریف میں بھی اس کی تاکید آئی ہے۔

چندہ بھی دینی کام ہے

ہمارے سورت ضلع کے سابقہ امیر تبلیغ مرحوم غلام محمد نالبند صاحب تھے، بڑے معتدل مزاج کے تھے، میں جس زمانہ میں جامعہ ڈابھیل میں عربی دوم پڑھتا تھا، اس وقت نئے دارالاقامہ میں میرا کمرہ اس وقت کے جامعہ کے صدر مفتی حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ کے پڑوس میں تھا، مرحوم غلام محمد نالبند صاحب مفتی صاحب کو ملنے آتے، مشورہ کرتے اور دیگر علماء سے بھی اچھا ربط محبت رکھتے تھے۔

مرحوم مختلف مدرسوں کے سفیروں کو چندہ کے کام میں مدد کرتے، سفیروں کی رہبری، سفارش کرتے، بیوہ اور یتیموں کی بھی خدمت کرتے، کچھ ساتھیوں نے اس چندہ کرانے کی خدمت کو نامناسب سمجھ کر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو شکایت کی، حضرت جیؒ نے مرحوم سے پوچھا، انہوں نے صحیح صحیح پوری بات چندہ کروانے کی بتا دی، اس پر حضرت جیؒ نے اخیر میں فرمایا یہ جو کام کر رہے ہو چندہ کروانے کا کرتے رہو، یہ واقعہ مرحوم کی زبان سے خود میں نے سنا ہے، اس لئے مدارس کے سفیر جو چندہ

کرنے آتے ہیں، ان کو غلط نہ سمجھے، ان کی مدد کرے، اس موضوع پر ایک اہم کتاب ''مدارس کے سفراء سے ہمارا سلوک ایک لمحۂ فکریہ'' حضرت مفتی احمد صاحب مدظلہ العالی کی آئی ہے، اس کو پڑھنا پڑھانا چاہیے۔

ایک مثال

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ ایک مثال دیتے تھے: انسانی زندگی جو اجتماعی طور پر چل رہی ہے اس میں بہت سارے طبقے کے لوگ ہیں کسان ہیں، تاجر ہیں، مزدور لوگ ہیں، علاج معالجہ کرنے والے ہیں، ہنر والے لوگ ہیں اور ہر طبقے کے لوگوں کی ضرورت ہے، ہر طبقے کی اہمیت ہے کوئی کسی کو کوئی کام چھڑوا نہیں سکتا اور اسے غیر اہم نہیں سمجھ سکتا ورنہ نظام زندگی معطل ہو جائے گا اسی طرح علماء، اہل مدارس۔ اہل مکاتب، اہل دعوت سب کی ضرورت ہے، سب کی اہمیت ہے۔

دوسری مثال

جیسے انسانی جسم کے مختلف اعضاء ہیں، ہر عضو اہم ہے، ہر عضو کا فائدہ ہے کسی بھی عضو کا تعطل پورے جسم کے لیے مضر ہیں اسی طرح دینی، روحانی نظام میں تمام شعبوں کی اہمیت ہیں اور ضرورت ہے کوئی کسی کو حقیر نہ سمجھے، غیر مفید نہ سمجھے، ہر ایک دینی کام کا احترام ہو، ہر ایک کام کرنے والوں کا احترام کرو۔

دعوت کے کام سے عام لوگوں میں دین کی طلب بیدار ہوتی ہے، دین کی پیاس کا احساس ہوتا ہے، مدارس اس طلب اور پیاس کو بجھانے کا مقام ہے۔

مکاتب اور دار العلوم کلمہ پڑھنے والوں کو کامل اسلام اور کامل ایمان سکھانے کی جگہ ہے، دعوت کا کام بڑوں میں، جوانوں میں ہوتا ہے، مکاتب کے ذریعہ بچپن ہی سے ایمان، اسلام اور دین کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ یعنی دین کا ہر کام ضروری ہے۔

حضرت مولانا ابراھیم صاحب دیولا مد ظلہ

العالی کااھم ملفوظ

اس وقت دعوت وتبلیغ کی عظیم روحانی شخصیت حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ دعوت وتبلیغ کا کام وسیلہ ہے اصل کام سنت اور شریعت پر چلنا ہے جیسے وضوء وسیلہ ہے نماز کا۔

تبلیغ کا کام مکمل دین نہیں ہے مکمل دین کی طلب پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

قرآن مجید کی خدمت حدیث کی روشنی میں

خیرکم من تعلم القرآن و علمه (بخاري شريف). حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو قرآں مجید سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یہ تھا کہ عہدوں کو تقسیم کرنا ہو یا کئیں میت ایک ساتھ ہو اس موقع پر قبر میں رکھنا ہو تو ترجیح تقدیم قرآن کی نسبت سے فرماتے، کس کو زیادہ قرآن یاد ہے، لہذا جس کو زیادہ قرآن یاد ہوتا اس کو قبر میں قبلہ کی طرف پہلے رکھا جاتا۔ جب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اور یہ فرمان ہے تو پھر قرآن کی خدمت کرنے والے حفاظ، علماء کی توہین، تذلیل، تحقیر ہرگز نہ کریں، ان کو قرآن کے خدام ہونے کی نسبت سے اچھا اور افضل سمجھے۔

اور ماشاء اللہ دعوت کے کام کی برکت سے آج جگہ جگہ نئے مدارس قائم ہورہے ہیں، دین کے ہر طبقہ کو تقویت مل رہی ہے، طلباء کی تعداد بڑھ رہی ہے، بڑے فوائد حاصل ہورہے ہیں۔

دین کی سمجھ

ہر مسلمان کو ہر وقت یہ سوچنا ہے کہ میری ہر بات، میرا ہر کام، میری ہر حرکت کا آخرت میں حساب لیا جائے گا، اس لئے مجھے اس دنیا میں کس طرح رہنا چاہیے، اس کی

فکر پیدا کرو، یہی دین کی سمجھ بوجھ ہے، اس لئے ہر مسلمان اچھی طرح سیکھ لیوے، جن جن کاموں کا کرنا اس کے لئے ضروری ہے اور جن جن کاموں سے بچنا اس کے لئے ضروری ہے، وہ سیکھے اور اس پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بھی یہ پہنچا دے۔

میری ان گذارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم سب دین کے تمام شعبوں کو حق سمجھیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر شعبے کی مدد کریں، دعوت کے کام میں بھی لگو تعلیم کا کام بھی کرو، اور اپنی اصلاح کے لئے کسی صاحب نسبت بزرگ سے تعلق بھی قائم کرو۔

سبحان ربك رب العزت عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله رب العالمين.